ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

صاحبِ خلق عظیم (صلی اللہ علیہ وسلم)

”رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج چشم ظاہر سے مستور ہیں لیکن اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مستور نہیں، وہ قدم جن پر پیشانیوں کا رگڑنا ہمارے لیے اوج سعادت تھا‘ آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں لیکن نقش قدم موجود ہیں، صاحبِ خلق عظیم آج رفیق اعلیٰ کی رفاقت میں ہے لیکن خلق عظیم کی امانت انسانوں کے سینوں اور کتب خانوں کے سینوں میں آج بھی محفوظ ہے، پیامبر کا پیام زندہ ہے، کام زندہ ہے، نام زندہ ہے، اور آج خاک کا ہر پتلا اپنے ظرف اور بساط کے مطابق اس درجہ نور سے کسب فیض کرسکتا ہے۔“

(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

DEC 16

₹ 10/-

دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

فخرِ انسانیت۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

''دنیا کے ہر انسان کو فخر کرنا چاہیے کہ ہماری نوعِ انساں میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا، اگر آپ (ﷺ) نہ آتے تو دنیا کا نقشہ کیا ہوتا، اور ہم انسانیت کی شرافت وعظمت کے لیے کس کو پیش کرتے؟ محمد رسول اللہ (ﷺ) ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ (ﷺ) سے اس دنیا کی رونق اور نوعِ انسانی کی عظمت ہے،، وہ کسی قوم کی ملک نہیں، ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں؛ وہ پوری انسانیت کا سرمایۂ فخر ہیں، کیوں آج کسی ملک کا انسان فخر ومسرت کے ساتھ یہ نہیں کہتا کہ میرا اس نوع سے تعلق ہے جس میں محمد رسول اللہ (ﷺ) جیسا انسانِ کامل پیدا ہوا۔

آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے جس پر آپ کا براہ راست یا بالواسطہ احسان نہیں؟ کیا مردوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کو مردانگی اور آدمیت کی تعلیم دی؟ کیا عورتوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق بتلائے، اور ان کے لیے ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں؟ آپ نے فرمایا کہ ''جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے''۔ کیا کمزوروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کی حمایت کی؟ اور فرمایا کہ ''مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں''، خدا کہتا ہے کہ ''میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں''۔ کیا طاقتوروں اور حکمرانوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق وفرائض بھی بتلائے اور حدود بھی بتلائے، اور انصاف کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کو بشارت سنائی کہ بادشاہِ منصف رحمت کے سایہ میں ہوگا؟ کیا تاجروں پر آپ کا احسان نہیں ہے کہ آپ نے تجارت کی فضیلت اور اس پیشہ کی شرافت بتلائی ہے، اور خود تجارت کر کے اس گروہ کی عزت بڑھائی؟ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''میں اور راست گفتار اور دیانت دار تاجر جنت میں قریب قریب ہوں گے''؟! کیا آپ کا مزدوروں پر احسان نہیں؟ کہ آپ نے تاکید فرمائی کہ ''مزدوروں کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو''۔ کیا جانوروں تک پر آپ کا احسان نہیں؟ کہ آپ نے فرمایا کہ ''ہر وہ مخلوق جو جگر رکھتی ہے اور جس میں احساس وزندگی ہے اس کو آرام پہنچانا اور کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے''(فی کل ذات کبد حری صدقة) کیا ساری انسانی برادری پر آپ کا احسان نہیں؟ کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ شہادت دیتے تھے کہ ''خدایا تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں''، (انا شهيد أن العباد كلهم اخوة) کیا ساری دنیا پر آپ کا احسان نہیں؟ کہ سب سے پہلے دنیا نے آپ ہی کی زبان سے سنا کہ خدا کسی ملک، قوم، نسل وبرادری کا نہیں، سارے جہانوں اور دنیا کے سب انسانوں کا ہے، جس دنیا میں آریوں کا خدا، یہودیوں کا خدا، مصریوں کا خدا، ایرانیوں کا خدا کہا جاتا تھا وہاں ''الحمد لله رب العلمين'' کی حقیقت کا اعلان ہوا، اور اس کو نماز کا جزء بنا دیا گیا۔

ہماری آپ کی دنیا میں حکماء وفلاسفہ بھی آئے، ادباء وشعراء بھی، فاتح وکشور کشا بھی، سیاسی قائد اور قومی رہنما بھی، موجدین و مکتشفین (سائنٹسٹ) بھی، مگر کس کے آنے سے دنیا میں وہ بہار آئی جو پیغمبروں کے آنے سے، پھر سب سے آخر، سب سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ (ﷺ) کے آنے سے آئی؟! کون اپنے ساتھ وہ شادابی، وہ برکتیں، وہ رحمتیں نوعِ انسانی کے لیے وہ دولتیں، اور انسانیت کے لیے وہ نعمتیں لے کر آیا جو محمد رسول اللہ (ﷺ) لے کر آئے؟!!''

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ

(کاروانِ مدینہ/۷۶-۷۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی
دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)
www.abulhasanalinadwi.org

جلد: ۸ — دسمبر ۲۰۱۶ء — شمارہ: ۱۲

سرپرست: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ (صدر، دارعرفات)
نگراں: مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ (جنرل سکریٹری، دارعرفات)

مجلس ادارت
بلال عبدالحی حسنی ندوی | مفتی راشد حسین ندوی | عبدالسبحان ناخداندوی
محمود حسن حسنی ندوی | محمد حسن ندوی

معاون ادارت
محمد نفیس خاں ندوی

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

(یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آچکے، تمہاری تکلیف جن کو بہت شاق گزرتی ہے تمہاری (بھلائی) کے بہت خواہش مند ہیں ایمان والوں کے لیے تو بڑے شفیق بہت مہربان ہیں)

(التوبة: ۱۲۸)

فی شمارہ: -/Rs.10 — Mail: markazulimam@gmail.com — سالانہ زرتعاون: -/Rs.100

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ''پیام عرفات'' مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

فہرس

پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی (اداریہ)..........۳

بلال عبدالحی حسنی ندوی..........

تعلیم مساوات..........۴

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ..........

موجودہ تہذیب اور انسان..........۵

مولانا سید محمد واضح حسنی ندوی..........

احسان عظیم کا تقاضا..........۷

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ..........

اسلامی غیرت وحمیت کی ایک مثال..........۹

مولانا شمس الحق ندوی..........

توحید کیا ہے؟..........۱۰

بلال عبدالحی حسنی ندوی..........

سنن مؤکدہ—تفصیلات اور احکام..........۱۲

مفتی راشد حسین ندوی..........

انسانیت نوازی..........۱۵

سید خلیل احمد حسنی ندوی..........

شفاعت رسول ﷺ..........۱۷

محمد ارمغان بدایونی ندوی..........

اشتراکیت اور اسلام..........۱۸

ڈاکٹر محمد مصطفی سباعیؒ..........

دعوت فکر وعمل..........۱۹

محمد نفیس خاں ندوی..........

عالم توحید کا مظہر

نتیجۂ فکر:-- مولانا مفتی محمد شفیع احمد عثمانیؒ

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے
پھر نام خدا روضۂ جنت میں قدم ہے

پھر شکر خدا سامنے محراب نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور تیرا نقش قدم ہے

محراب نبی ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے

پھر بار گہہ سید کونینؐ میں پہنچا
یہ ان کا کرم، ان کا کرم، ان کا کرم ہے

یہ ذرۂ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ وحشم ہے

ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے

رگ رگ میں محبت ہو رسول عربی کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے

وہ رحمت عالم ہے شہ اسود و احمر
وہ سید کونین ہے، آقائے امم ہے

وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے، عرب ہے نہ عجم ہے

دل نعت رسول عربیؐ کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا، زباں ہے نہ قلم ہے

مدیر کے قلم سے

پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دنیائے انسانیت اس وقت شرم سار ہے، مختلف ملکوں میں اور خود ہمارے ملک میں جو حالات پیش آرہے ہیں، اس میں انتہائی درجہ کی خودغرضی اور مفاد پرستی، کرپشن کی شکل میں ظاہر ہورہی ہے، ذاتی اور جماعتی مفادات کے لیے ملکی اور انسانی مفادات کو داؤں پر لگادینا معمولی بات ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جماعتی مفادات بھی ذاتی مفادات سے وابستہ ہوتے ہیں، پوری دنیا آج اسی شکنجہ میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے، اور اگر تہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو اس کے ڈانڈے یہودیوں سے جا ملتے ہیں، جس قوم کا مقصد ہی انسانوں کو اپنا غلام بنانا ہو، اور اس کے لیے وہ ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرسکتی ہو، اس سے کیا امید کی جاسکتی ہے، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مختلف ملکوں میں اس قوم کے ذریعہ سے کس طرح تباہی ہوئی، افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا یہ ملک جو فسطائی طاقتوں کو توڑنے کے لیے پرعزم رہا ہے اور جو شروع سے مظلوم، کمزور اور نہتے فلسطینیوں کا ساتھ دیتا رہا ہے، آج وہ ظالموں کے ساتھ دوستوں کی صف میں کھڑا ہے، یہ قوم یہود جو نہ اپنوں کی ہوئی نہ پرایوں کی، اور جس نے ہمیشہ دوستی کرکے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے پنجے گڑائے ہیں، وہ ہمارے اس ملک پر اپنا تسلط چاہتی ہے، اور مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کا احساس کسی کو نہیں؛

ع پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

کسی کو اندازہ نہیں کہ آگے حالات کیا ہونے والے ہیں، اور پورا ملک کس طرح خطرہ کے راستہ پر پڑ گیا ہے، ملک کی آزادی میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر قربانیاں دیں، اب اس کو باقی رکھنے کے لیے سب سے بڑھ کر ذمہ داری ان ہی دونوں قوموں پر آتی ہے۔

تحریک پیام انسانیت کے علمبردار مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس ملک کی بنیادیں تین باتوں پر رکھی ہیں:

(۱) سیکولرزم (Secularism) (۲) جمہوریت (Democracy) (۳) عدم تشدد (Non-Violence)

یہ بنیادیں اگر کمزور ہوئیں تو ملک کمزور ہوگا۔

آج افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تینوں بنیادیں ہل گئی ہیں، مذہبی منافرت بڑھتی جارہی ہے، شاید جس کی سب سے بڑی وجہ غلط فہمیاں ہیں جو بجائے دور کرنے کے بڑھائی جارہی ہیں اور تاریخ میں ایسی چیزیں شامل کی جارہی ہیں جو حالات کو ایب نارمل (Abnormal) بنانے کے لیے کافی ہیں۔

اس طرح جمہوریت بھی ایک مذاق بنتی جارہی ہے، حاکمانہ فیصلوں نے عام لوگوں کی جان نکال لی ہے، اور ظاہر ہے ان دونوں کا نتیجہ تشدد کی شکل میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔

اس وقت ملک کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان بنیادوں کو مضبوط کیا جائے، حالات نارمل کرنے کی کوشش کی جائے، یہاں کی آبادیوں میں اعتماد بحال کیا جائے تاکہ بجائے آپس کے جھگڑوں اور اس میں صلاحیت کے ضائع ہونے کے یہ انرجی (Energy) ملک کے لیے استعمال ہو، اس سے ملک ترقی کرے، انسانیت پھلے پھولے، اور انسانیت کا باغ لہلہائے اور ایک انسان کو زندگی کو مزہ آئے۔

تعلیم مساوات

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ..........﴾

(الحجرات: ۱۳)

(اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تم کو جماعتوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کی نظر میں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں احتیاط کی زندگی گذارتا ہو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے)

اسلام اور ایمان صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے، ایمان لانے کے بعد ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی بن جاتا ہے، اس طرح تمام ایمان والے ایک خاندان کی طرح ہو جاتے ہیں، جس کو ایمانی خاندان کہا جا سکتا ہے، یہ ایمانی خاندان نسلی خاندانوں پر فوقیت رکھتا ہے، کیونکہ اس خاندان سے تعلق رکھنے والوں میں لڑائی جھگڑے کا کوئی گذر نہیں ہوتا، جب کہ نسلی خاندان اور قبائل اس سے محفوظ نہیں، ان کے درمیان کبھی قبائلی بنیاد پر، کبھی نسلی بنیاد پر، کبھی زبان کی بنیاد، کبھی حسب کی بنیاد پر الگ الگ جتھے بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے آپسی کشمکش، لڑائیاں اور زیادتیاں ہوتی ہیں، ان میں طاقتور کمزور کو دباتا ہے، زیادہ وسائل والا کم وسائل والے کا حق مارتا ہے، اس بگاڑ کا سبب یہی ہوتا ہے کہ لوگ الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے عصبیت برتتے ہیں، گورا کالے کو کمتر سمجھتا ہے، عہدہ والا بغیر عہدہ والے کو کمتر سمجھتا ہے، جس خاندان میں بڑی شخصیات ہوئی ہوں وہ کم شخصیات والوں پر اپنے کو برتر سمجھتا ہے۔

سورۂ حجرات کی اس آیت میں انہیں باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمام انسان ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں، ان میں کسی کو کسی پر تفوق حاصل نہیں ہے، لوگوں نے تفوق کی جو شکلیں بنالی ہیں یہ بالکل غلط ہیں، معاشرہ سے ان معیارات کو مٹانا چاہیے، ہمارے ایمان کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے دور رہیں جو آپس میں اختلاف اور ٹکراؤ کا سبب بنتی ہوں، یہ جبھی ممکن ہے جب ہم ایمان کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ دلوں میں جاگزیں ہوں، اور اس کے بعد حقوق العباد کی ادائیگی سے متعلق جو احکامات ہیں وہ بھی ہمارے پیش نظر ہوں، کسی کی غیبت، عیب جوئی، تبصرہ بازی سے ہم دور ہوں، ہم ہر وقت اپنی فکر کریں، اپنی عاقبت اچھی بنانے کی کوشش کریں، دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کے بجائے اپنے عیوب تلاش کریں، یہ یقین رکھیں کہ اگر اس دنیا میں ہم اچھے اعمال کرنے کے باوجود آپس میں لڑائی جھگڑا، غیبت وغیرہ نہیں چھوڑیں گے تو کل قیامت میں ہمیں ان تمام چیزوں کا حساب اپنی نیکیاں دے کر ادا کرنا ہوگا اور ہم تمام تر اچھے اعمال کے باوجود خالی ہاتھ ہو جائیں گے، اسی طرح اپنے آپ کو کسی پر برتر نہ سمجھیں، کیونکہ عام طور پر کسی کی برائی، یا تبصرہ یا اس کو برے نام سے اسی وقت پکارا جاتا ہے جب کوئی شخص دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھ رہا ہو، اسی لیے قرآن مجید میں تفوق کی تمام شکلوں کو کالعدم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے، تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں، سب کو اللہ نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، البتہ تم لوگ جس طرح مختلف خاندانوں اور قبائل میں تقسیم نظر آتے ہو، اس کی مصلحت یہ نہیں ہے کہ تم کو ایک دوسرے پر تفوق دینے کے لیے ایسا کیا گیا یا ایسا تمہاری کسی فضیلت کی بنیاد پر ہوا، بلکہ یہ اس لیے ہوا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، جس طرح ملک صوبوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، صوبے شہروں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں، شہر محلوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو معلوم کرنے اور نظام کے اندر آسانی ہو، اسی طرح ہر شخص کا کوئی نام رکھا جاتا ہے، تا کہ اس کے ذریعہ وہ پہچانا جا سکے، ورنہ بغیر نام کے کسی بھی شخص سے بات کرنا مشکل ہو جائے گا ....

(باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر)

موجودہ تہذیب اور انسان

مولانا سید محمد واضح حسنی ندوی مدظلہ

مغربی تہذیب ایک ترقی پذیر تہذیب ہے، جس میں سکون اور ٹھہراؤ نہیں، اس کی ترقی کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی ہے، اخلاق اور انسانی قدریں اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، اگر وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنیں تو انہیں قربان کیا جاسکتا ہے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ انسانی قدریں ایک فرسودہ تصور ہے، جو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس لیے موجودہ تمدن میں سب سے بڑی جو قربانی پیش کی جاتی ہے وہ انسان اور اقدار زندگی کی قربانی ہے۔

اگر موجودہ عہد میں سب سے زیادہ ذکر انسان اور اس کے حقوق کا کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت کیا ہے، وہ موجودہ تہذیب کے علم برداروں کے انسانوں کے ساتھ معاملہ سے ظاہر ہے، ان کا اعتماد ہر انسان سے اٹھتا جارہا ہے، اس کے بجائے مشینوں پر اعتماد بڑھ رہا ہے، عام کاروبار میں مشینوں کے استعمال نے لاکھوں انسانوں کو بے مشغلہ و بے کار کردیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ انسانوں کی جگہ مشینیں لے رہی ہیں، کمپیوٹر کا استعمال جس تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب ہر کام کمپیوٹر سے لیا جائے گا، سوچنے، حساب لگانے، پڑھنے پڑھانے اور دوسرے سارے کام کمپیوٹر سے لیے جائیں گے، ہر شخص اس کا محتاج ہوگا، ذہنی صلاحیتیں استعمال نہ ہونے سے کم ہوجائیں گی، کتنے ہوائی اڈے اور دوسرے گرم اور متحرک کارخانے اور ادارے ہیں جہاں کمپیوٹر نے انسان کی جگہ لے لی ہے، خطرناک فوجی تنصیبات اور ذرائع ابلاغ بھی کمپیوٹر ہی کی ایک غلطی کی وجہ سے جنگ عظیم برپا ہوتے ہوتے رہ گئی، اگر اس کی جگہ کوئی انسان ہوتا تو اسے سزا دی جاتی، لیکن کمپیوٹر کو کس طرح سزا دی جائے۔

مغربی تہذیب انسان کو کس نظر سے دیکھتی ہے، اس کا اندازہ اس کی سیاسی تاریخ اور علمی تصورات سے کیا جاسکتا ہے، سیاسی تاریخ اس کی رومی عہد سے سامراجی ہے، اور استبدادی ہے، علمی لحاظ سے اس کے دانشور، انسان کے حیوان الاصل ہونے کے قائل ہیں، موجودہ عہد میں بھی مختلف ملکوں میں سرمایہ دار اور اشتراکی نظاموں کی جابرانہ پالیسیوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے نزدیک انسان کا کوئی احترام نہیں ہے، اس سے زیادہ حیوان قابل احترام ہے، شاید اس لیے کہ انسان کے اندر احساس وشعور اور اپنے دفاع کی صلاحیت وقوت موجود ہے، اس لیے اسے کسی قسم کی حفاظت، پناہ اور احترام کی ضرورت نہیں ہے، اس نے انسان کو صنعتی اور تہذیبی ترقیوں کا ایندھن بنالیا ہے، اس پر مہلک تجربے کیے جاتے ہیں، اس کے ذہن اور دماغ کو متاثر کرنے کے لیے اذیت کے نئے نئے وسائل اور مشینیں ایجاد کی جاتی ہیں، اور مختلف ملکوں میں ان کو رائج کیا جاتا ہے، اس کو اپنے عقیدہ اور مرضی کے مطابق صاف اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے حق سے محروم کیا جاتا ہے، اور اس کی مرضی کے خلاف نظریات اور نظام زندگی کا پابند بنایا جاتا ہے، مویشیوں اور بکریوں کے گلہ کی طرح اس کو ہانکا جاتا ہے۔

مغربی تہذیب اپنے علاوہ ہر انسانی معاشرہ اور ہر نظریہ اور تصور حیات کو ناقابل تسلیم اور ناقابل احترام سمجھتی ہے، بلکہ ناقابل بقاء، وہ انسان کو کس نظر سے دیکھتی ہے، اس کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے نظام کی بقاء کے لیے دوسرے انسانوں کے خلاف مہلک اور تباہ کن ہتھیار تیار کرنے میں مصروف ہے اور ان کا ڈھیر لگارہی ہے، جن کا مصرف انسان کی تباہی ہے، اس طرح پر کہ صنعتی اداروں اور مراکز کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہ ہونے پائے، اس کی واضح دلیل نائیٹرون بم کے موجد کا وہ بیان ہے جو انہوں نے ایک ٹیلیویژن انٹرویو میں دیا تھا، انہوں نے کہا کہ ان کا بم صرف انسانوں کو فنا کرے گا، صنعتی اداروں کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ انسان چونکہ جنگ کرتا ہے، اس لیے وہی قتل کا مستحق ہے، ان اداروں کی کوئی خطا نہیں ہے، جس کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کیا جائے۔

اخباری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف امریکا کے پاس بیالیس ہزار ٹن کیمیائی ہتھیار ہیں، ان بیانات کا اندازہ ہے کہ انسانوں کے لیے مہلک اور تباہ کن جنگی ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی

کے معاملہ میں روس امریکہ سے بڑھا ہوا ہے، روس کے مہلک کیمیائی ہتھیار ۳۵۰/ ہزار ٹن کے قریب ہیں، مزید برآں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ دونوں کیمپوں کی فوجیں تیزی سے عام ہتھیار چھوڑ کر کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال شروع کرنے لگی ہیں۔

اخباری بیانات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کیمیائی ہتھیاروں کا نشانہ صرف انسان ہے، ان کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کے نتیجہ میں انسان دست، قے، دماغی خرابی اور اندرونی اضطراب و بے چینی کا شکار ہوجاتا ہے، پھر وہ نیند سے محروم ہوجاتا ہے، اور اعصاب بے کار ہوجاتے ہیں، آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے، اور سینہ و سر میں سخت تکلیف اور درد شروع ہوتا ہے، آخرکار یا تو انسان مرجاتا ہے یا مردوں کی سی زندگی گذارتا ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم میں جاپان کے شہروں پر جو ایٹم بم پھینکا گیا تھا، اس کی وجہ سے اس علاقہ کی بربادی اور وہاں سے زندگی کا نام ونشان مٹنے کے علاوہ اب تک جانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، چنانچہ صرف فضا میں باقی ماندہ ایٹمی اثرات سے مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سات سو سے زیادہ ہوچکی ہے۔

انسان دشمن اور جنگ دوست مغرب دوبارہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہے، کیمیائی اور ایٹمی ہتھیاروں سے لیس فوجی نقل و حرکت مختلف علاقوں میں جاری ہے، سمندر اور دریا کی اس نقل و حرکت کا میدان بننے کی وجہ سے زہریلی گیسوں کے اثرات سے آلودگی بڑھتی جارہی ہے، ایٹمی تجربوں نے فضا کو ایسا آلودہ کردیا ہے کہ انسان کے استعمال کی ہر چیز متاثر ہونے لگی ہے، جس کی وجہ سے طرح طرح کے امراض پیدا ہورہے ہیں، اقتدار اعلیٰ کی ہوس اور رسہ کشی نے ہر شہر اور ہر علاقہ میں انسانوں کو خطرات کا نشانہ بنادیا ہے، بڑی بڑی طاقتوں نے اپنے زیر اثر علاقوں کی حکومتوں کو اپنا غلام بنالیا ہے اور دوسرے علاقوں پر علانیہ اور خفیہ طور پر قبضہ کرکے اپنے اثر ونفوذ کی توسیع میں مشغول ہیں، کیونکہ یورپ کا سفید فام انسان جس نے سائنس اور ٹکنالوجی کی راہ میں بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، وہ ساری دنیا پر اپنا حق سمجھتا ہے، اور دوسرے لوگوں کو ایک خاص طرز زندگی کا پابند بنانے کا ذمہ دار ہے، اس کے نزدیک غیر یورپی لوگ اس کے غلام ہیں اور وہ ان کی حیات، موت اور آبرو کا مالک ہے۔

بقیہ: تعلیم مساوات

............کیونکہ اگر کوئی شخص صرف ''فلاں صاحب، فلاں صاحب'' کہہ کر کسی کو معلوم کرے تو بتانا مشکل ہوگا، لیکن اگر وہ نام بتادے تو جو لوگ اس کو جانتے ہوں گے وہ فوراً بتادیں گے کہ اس نام کا شخص کس شہر اور کس محلہ میں رہتا ہے، گویا یہ تقسیم ایک سہولت اور پہچاننے میں آسانی کے لیے کی گئی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو گروہوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو جاننے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کی آسانی ہو، اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ فلاں شخص فلاں سے بہتر ہے، اور فلاں شخص فلاں سے کمتر ہے، بلکہ یہ تقسیم محض تعارف ورابطہ کے لیے ہے، البتہ اس کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ عزت وبڑائی والا وہ شخص ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ احتیاط کی زندگی گذارتا ہو، برائیوں سے بچتا ہو، اللہ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کرتا ہو، اس کا سچا مطیع وفرمانبردار ہو، معلوم ہوا کسی کے باعزت ہونے کا پتہ لگانے کے لیے اس کے باپ یا خاندان کی عظمت کا معلوم کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کا اللہ سے کیسا تعلق ہے، وہ کس درجہ ہر کام میں احتیاط برتنے والا ہے، کیونکہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ سے تعلق زیادہ ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ طرف سے عزت بھی زیادہ ملی ہوگی، جس کے نتیجہ میں ہر جگہ اس کی محبوبیت نظر آئے گی، اور جس شخص کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کم ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت بھی کم ملے گی، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت کم ملے گی تو ایسے شخص کو دوسری جگہوں پر بھی کوئی عزت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ اگر ایسے شخص کو جوتوں کے پاس بھی جگہ مل جاتی ہے تب بھی بڑی عزت کی بات ہے، معلوم ہوا کہ عزت وذلت کا معیار تقوی اور عدم تقوی ہے، اعلیٰ خاندان یا زبان سے تعلق رکھنا نہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر ایک چیز سے باخبر ہے، یعنی اگر کوئی شخص ان تعلیمات کے باوجود اصل عزت والا کسی ایسے شخص کو سمجھے جو تقوی والا نہ ہو، دنیوی اعتبار سے کسی چیز پر تفوق دکھائے، لوگوں کو اپنے سے کمتر سمجھے، اور ظاہر میں کچھ اور دکھانے کی کوشش کرے کہ ہم کسی کو بڑا نہیں سمجھتے، تو ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے دلوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

احسان عظیم کا تقاضا

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا پر جو احسانات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان اور سب سے بڑا کرم انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو دنیا میں ہدایت کے لیے بھیجنا ہے، اور ان میں بھی سب سے اعلیٰ وافضل ہم سب کے امام حضرت محمد ﷺ کا ہونا ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کو جنت میں لے جانے کے لیے بھیجا، معلوم ہوا انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کے لیے ہدایت والوں کو بھیجا، اور سب سے اخیر میں محمد ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا، اسی لیے ساری دنیا میں جہاں کہیں بھی، جس گوشہ میں جو بھی خیر یا بھلائی ہے وہ سب جناب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا دیا ہوا تحفہ ہے، آپ کی محنت اور جدوجہد کا ثمرہ ہے، اور آپ کی برکات کا نتیجہ ہے، آپ ﷺ کی ہدایت کے سلسلہ میں کوشش کا حاصل ہے، چاہے وہ کسی اعتبار سے ہو اس لیے کہ اللہ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء:۱۰۷) یعنی آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، معلوم ہوا آپ کی رحمت انسانوں کے لیے بھی ہے، اور جانوروں کے لیے بھی ہے، نباتات و جمادات کے لیے بھی ہے، گویا آپ کی رحمت اتنی عظیم الشان اور اتنے عالموں کے لیے ہے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

آپ ﷺ خود سراپا رحمت تھے، جس کو یوں فرمایا گیا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ﴾ (آل عمران:۱۵۹) جس کے اندر رحمت کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا گیا ہے یعنی (اللہ کی طرف سے جو آپ کو رحمتیں ملی ہیں) اور اس سے جو آپ کو مقامات ملے ہیں اور آپ کو انسانیت کا جو درد ملا ہے وہ گویا کہ اسی رحمت کا نتیجہ ہے اور اس سے آپ سراپا رحمت ہو گئے ہیں، گویا آپ کا احسان ہر انسان ہی پر نہیں ہے، بلکہ کائنات کے ہر ذرہ پر ہے، کوئی چپہ، کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جس پر رسول ﷺ کا احسان نہ ہو، غرض کہ آج جہاں بھی جو کچھ بہار ہے وہ رسول ﷺ کا دیا ہوا عطیہ ہی ہے، خواہ وہ حقوق انسانی کی بازیابی کا مسئلہ ہو، یا جانوروں پر رحم کھانے کے سلسلہ کے قوانین ہوں، یا شجرکاری کی مہم ہو، ان سب کو اگر آپ دیکھیں گے تو ان تمام باتوں کی اصل رسول ﷺ کے پاس ہی پہنچے گی، یعنی ان تمام چیزوں میں اگر کسی نے رہنمائی کی ہے تو وہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ہی کی ذات والا صفات ہے، لہٰذا آپ کا احسان ہر ذرہ پر ہے، ہر چپہ پر ہے، ہر قطعہ زمین پر ہے، اور سب سے بڑھ کر انسان پر ہے، اور انسانوں میں جتنے بھی طبقے ہیں ان سب پر ہے، خواہ وہ عورتوں کی آزادی کا مسئلہ ہو کہ اس دنیا میں اگر کسی نے ان کو حقوق دلائے ہیں تو وہ آپ ﷺ ہی کی ذات ہے، ورنہ آپ کی بعثت سے قبل جہاں بھی کہیں عورت تھی اس کی عزت پامال ہو رہی تھی، اور اس کا غلط استعمال ہو رہا تھا، چاہے عرب ہو یا ہندوستان ہو، چاہے روم ہو، یا یورپ کے خطے ہوں، غرض کہ ہر جگہ عورت کا جو حال تھا وہ قابل بیان نہیں ہے، اسی طرح غلاموں کا حال تھا کہ ان کے ساتھ جو سلوک ہو رہا تھا وہ آخری درجہ کا گندا سلوک تھا، غلاموں کو بھی اگر کسی نے حق دیا ہے تو سب سے پہلے رسول ﷺ ہی کی ذات ہے، جہاں تک یورپ کا تعلق ہے تو اس نے غلاموں پر ظلم کرنے میں اس حد تک جرأت کی تھی کہ وہاں کی بعض دعوتوں میں غلام جلائے جاتے تھے اور ان کی روشنی میں کھانا کھایا جاتا تھا، لیکن افسوس کہ آج وہی بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور آج انسانی حقوق کا انہیں حضرات کے یہاں سے نعرہ بلند کیا جاتا ہے، حالانکہ ان کے خود کا ماضی بالکل تاریک اور کھوکھلا ہے۔

معلوم ہوا آپ ﷺ سارے عالم کے اتنے بڑے محسن ہیں کہ آپ جیسا محسن نہ پہلے کوئی ہوا ہے، نہ ہی آپ کے زمانہ میں تھا، نہ قیامت تک کوئی ہوگا، لیکن اگر ہم آپ کا احسان نہ جانیں اور چکانے کی کوشش نہ کریں تو ہم سے زیادہ احسان فراموش دنیا میں کوئی نہیں ہوگا کہ رسول ﷺ جیسا محسن، کرم کرنے والا، رحم کرنے والا، مہربانی کرنے والا، محبت کرنے والا، امت کا درد رکھنے والا، ایک ایک فرد کی فکر کرنے والا، کمزوروں کا ساتھ دینے والا، ان کے

ساتھ رہنے والا، ایسی ہستی کا احسان کتنا بڑا ہوگا۔

لیکن اس سے بھی بڑھ کر پوری امت پر اللہ تعالیٰ کا کرم یہ ہے کہ اس نے ایسے بڑے اور عظیم الشان محسن کے احسان فراموشی سے بچنے کے لیے درود شریف کا نظام رکھ دیا، کیونکہ اگر کوئی شخص آپ کے اس احسان کو نہ جانتا تو احسان فراموش سمجھا جاتا، اور گردن زدنی کے لائق ہوتا، اور دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار کردیا جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہاں بھی لوگوں کا خیال آیا اس لیے نماز کے اندر یہ حکم دے دیا کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام پر صلاۃ وسلام پڑھو، کیونکہ ممکن تھا کہ دنیا میں بعض ایسے بدبخت بھی پیدا ہوتے جو رسول ﷺ پر درود وسلام نہ بھیجتے، لیکن چونکہ نماز پڑھنا فرض ہے اس لیے اسی کے اندر بطور فرض اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا پڑھنا بھی لازم کردیا، معلوم ہوا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وہ الفاظ بھی دے دیئے جن کے اندر ہم آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھ سکیں، کیونکہ جو بڑا آدمی ہوتا ہے اس کے پاس چھوٹے لوگ اپنی بات کو پیش کرنے میں ہچکچاتے ہیں، اس لیے کہ ان کے پاس وہ الفاظ نہیں ہوتے ہیں جن کے اندر وہ ان سے بات کرسکیں، لہٰذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک کرم ہوا کہ اس نے درود شریف کے الفاظ بھی عطا فرمادیئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ بھی بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے درود شریف کے پڑھنے والے سے مزید رحمتوں کے نزول کا وعدہ بھی فرمایا ہے، فرمایا: ایک درود کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تم کو دس گنا پلٹ کردے گا۔

درود شریف کے پڑھنے پر رحمتوں کے نزول کی بشارتوں کو واضح کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے، کہ کہیں لوگ اس زعم میں نہ مبتلا ہوجائیں کہ جس ہستی کے طفیل میں سارے عالم کو ہدایت ملی ہے اور اس کے متعلق درود شریف پڑھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے تو کیوں نہ اسی سے اپنی حاجات کو پورا کرنے میں سوال کیا جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ذہنیت سے دور رکھنے کے لیے یہ اعلان فرمادیا کہ درود شریف کے پڑھنے میں جو انعامات ملیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہی سے حاصل ہوں گے، اور اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ انسان کو جس چیز کی بھی حاجت ہو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرنا چاہیے، کیونکہ ضروریات کو پورا کرنا سوائے اللہ کے کسی کے بس میں نہیں ہے، خواہ وہ نبی ہو، یا قطب ہو، یا ولی ہو، یا ابدال ہو، غرض کہ کسی بھی مقام پر فائز ہو، لیکن مانگنا صرف خدا سے ہے، غیر اللہ سے ہرگز نہیں مانگا جاسکتا۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ درود پڑھنے والے شخص کو روز قیامت میں رسول ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی، اور یہ بڑی محرومی ہوگی کہ کوئی آپ کی معیت میں رہنا پسند نہ کرے، لہٰذا آپ کی قربت کے حصول کے لیے درود کا بہتر طریقہ امت کو عطا فرمادیا گیا، اسی لیے شمائل نبوی میں آتا ہے کہ آپ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا تھا جو سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا تھا، سب کا اچھا چاہنے والا ہوتا تھا، اسی طرح آج بھی جو شخص جتنا زیادہ اس کرُھن کو رکھتا ہوگا وہ روز قیامت میں اتنا ہی نبی ﷺ کے قریب ہوگا، معلوم ہوا رفاقت نبوی ﷺ کے لیے درود پڑھنا اور متبع سنت ہونا ضروری ہے، اور یہ وہ عظیم شرف ہے جس کے واسطہ صحابہ تڑپتے تھے، اور آج بھی محبت والے یاد کرکے تڑپ جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی بخیل نہیں ہوسکتا جس کے سامنے سرور کائنات محمد ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ اس کے باوجود آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے، اسی لیے کم ازکم "صلی اللہ علیہ وسلم" تو زبان سے کہنا ہر مسلمان پر مسلمان ہونے کے واسطہ ضروری ہوتا ہے، لیکن اگر اس سے بڑھ کر کسی مسلمان کا یہ حال ہوجائے کہ اس کے سامنے نام گرامی لیا جائے تو اس کے اندر محبت کا ایک چشمہ جاری ہوجائے، تو یہ بہت اچھی چیز ہے، کیونکہ محبت اور محمد دونوں لازم ملزوم ہیں۔

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ ہمارا درود وسلام آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اب جس کا درود وسلام آپ ﷺ قبول فرمالیں تو اس کے رفع درجات کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اس لیے جو شخص جس قدر تعلق ومحبت کے ساتھ درود وسلام پڑھے گا اتنی ہی آپ ﷺ کو خوشی ہوگی، اور اسی درجہ میں ہم کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نوازا جائے گا، اس لیے کہ اللہ نے یوں تو ایک دفعہ درود بھیجنے پر دس رحمتوں کے نزول کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن اگر کوئی مزید سچی نیت اور استحضار کے ساتھ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مزید نوازنے میں بھی کوتاہی سے کام نہیں لیا جاتا۔

اسلامی غیرت وحمیت کی ایک مثال

مولانا شمس الحق ندوی

سورج غروب ہوئے دیر ہو چکی تھی، رات کی تاریکی نے دنیائے انسانیت کو اپنے سیاہ دامن میں چھپا لیا تھا، جب میں وادی میں داخل ہوا تو پوری فضا میں سناٹا ہی سناٹا چھایا ہوا تھا، بستی میں پہنچا تو بیواؤں، بوڑھی عورتوں اور مردوں کے رونے، چلانے اور آہ و بکا کی پیہم آوازیں سنائی دینے لگیں، میں بھی غم میں ڈوب گیا اور طبیعت نے بے اختیار ایک گھر میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا، وہاں جو کچھ میں نے دیکھا وہ دل کو بے قرار اور روح کو بے چین کر دینے کے لیے کافی تھا، ایک عورت جو سراپا ماتم بنی تھی رو رہی تھی، اور رو کر کہہ رہی تھی، اے حکم! تو ہماری بھی خبر لے، تو نے ہم سے یہاں تک بے توجہی برتی کہ دشمنوں نے ہمیں بیوہ اور ہمارے بچوں کو یتیم و بے یار و مددگار بنا دیا، ہماری زندگی برباد ہوگئی، سورج کی ضیا بار شعاعیں بھی ہماری غم کی دنیا میں اجالا نہیں کر پاتیں، تم اپنوں سے اتنے بے خبر کیوں ہو، ذرا ہماری دلسوز آہوں کو تو سنو، عزتیں لٹ گئیں، بستی کے جوان شہید کر دیئے گئے، عورتوں کو بیوہ، بچوں کو یتیم اور بوڑھوں کو بے سہارا بنا کر چھوڑ دیا گیا، اب ہم ہیں اور رنج و غم کا ایک اتھاہ سمندر، عورت کا چہرا اترا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، وہ مجھے دیکھتے ہی کھڑی ہوگئی، میں نے اس سے پوچھا، تم پر کیا مصیبت آگئی، اس نوحہ و ماتم کا سبب کیا ہے؟ عورت نے میرے سوال کا جواب دیئے بغیر حسرت و یاس میں ڈوبی ہوئی آواز میں سوال کیا تم کون ہو؟ میں نے کہا: تمہاری ہی طرح ایک عرب ہوں، عورت نے قدرے امید و اطمینان کے لہجہ میں کہا خدا کا شکر ہے، ایک عرب عورت اپنے بھائی عرب ہی سے شکایت کر رہی ہے، یہ جواب دیتے ہوئے عورت گھر کے کسی گوشہ کی طرف چلی گئی، ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ لے کر واپس ہوئی اور معذرت کرتے ہوئے کہا: اے بھائی! گھر خالی ہو چکا ہے، انگریز دشمنوں نے ہم پر حملہ کیا، مال لوٹ لے گئے، مردوں کو قید کیا، جوان لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گئے، بوڑھوں اور بچوں کو بے سہارا چھوڑ گئے، میں اپنے ایک کام سے سرقسطہ ہوگئی ہوئی تھی، واپس ہوئی تو گھر خالی پایا، سوائے بوڑھی عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کے کوئی نہیں، عمر کا باقی حصہ رونے اور نوحہ کرنے میں گذار رہی ہوں، عورت کی بات میرے دل پر بجلی بن کر گری، میں نے اپنے پر قابو پاتے ہوئے کہا: بہن! روؤ نہیں، جلد ہی خلیفۃ المسلمین تمہاری مدد کے لیے اپنا لشکر بھیجیں گے۔

رات کسی طرح گذری، صبح ہوتے ہی میں گھوڑے پر سوار ہوا اور قرطبہ کی طرف روانہ ہوگیا، قرطبہ پہنچتے ہی گھر گیا، اپنے کپڑے وغیرہ ٹھیک کئے، اور فوراً خلیفۃ المسلمین حکم کی خدمت میں حاضر ہوا جو کچھ دیکھا تھا وہ حکم کو سنایا، اور کہا: ایک عورت تمہارا نام لے کر پناہ مانگ رہی تھی، اور تم سے مدد چاہ رہی تھی، خلیفہ کے چہرے پر فکر کے آثار ظاہر ہوئے اور واقعہ کی تفصیل چاہتے ہوئے انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں اس کی مدد اور فریاد رسی میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا، تا آنکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، فوج کے ذمہ داروں کو بلا بھیجا، سپاہیوں کو تیاری کا بگل بجا دیا گیا، خلیفہ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا: ہم عیش وطرب کی زندگی گذار رہے ہیں، اور ملک میں ایسی بیوائیں اور بوڑھی عورتیں ہیں جن کی زندگی رنج وغم میں ڈوبی ہوئی ہے، اس نے فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا، یہ سپاہی بھی اسلامی غیرت وحمیت کا پتلہ تھے، انہوں نے انگریزوں کی اس بے جا حرکت کا اچھا جواب دیا، آن کی آن میں انہیں شکست دے کر مسلمان قیدیوں کو آزاد کرایا، اور کھوئے ہوئے مال و متاع کو واپس لے لیا۔

ہم ذرا تامل سے کام لیں اور دیکھیں تو آج بھی ان انگریزوں نے ذہنی، فکری اور ثقافتی طور پر ہمارے بے شمار مردوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کو نہ صرف ہم سے چھین لیا ہے بلکہ ان کا کام اب بھی جاری ہے، لیکن کوئی حکم نہیں جو اس ہاری ہوئی جنگ کو پھر سے جیتنے کی جرأت کرے، اور ان اجڑے ہوئے ہوؤں کو پھر سے بسائے، بلکہ وہ الٹا اسی میں شامل ہو جاتا ہے، اسی رو میں بہنے لگتا ہے، لیکن بات اب صرف انگریزوں کی نہیں رہی، انہوں نے ہر جگہ اپنے وکیل پیدا کر دیئے ہیں، کتنے خاندان ہیں جو الحاد و بربریت کی نذر ہو چکے ہیں ....

(باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر)

توحید کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

شرک فی الصفات:

انسانی سماج میں شرک کی یہ قسم بھی ہر دور میں رائج رہی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو صفات اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، اس کی ان صفات میں دوسروں کو بھی شریک ماننا، اس میں دو چیزیں زیادہ اہم ہیں: ایک ''قدرت'' دوسرے ''علم''، یہ دو ایسی اہم صفات ہیں کہ عموماً آدمی ان خصوصیات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک کر لیتا ہے اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قدرت اور علم دونوں صفات اپنے کمال کے ساتھ صرف اللہ کے پاس ہیں، دنیا میں ایسا کوئی نہیں جس کو ہر چیز کا علم ہو، ہر راز سے واقف صرف وہی ایک ذات ہے، ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، آج اس عقیدہ میں بھی مسلمانوں میں بڑی کمزوری نظر آتی ہے، ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہمارے اس عقیدہ میں کتنی مضبوطی ہونی چاہیے، ہمیں یہ خیال نہیں رہتا کہ ہمارے دین کی اساس اسی عقیدۂ توحید پر قائم ہے، اگر یہ بنیاد کمزور پڑ جائے گی تو پھر باقی کام بھی کمزور ہوں گے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں نا قابل قبول ٹھہریں گے، کیونکہ یہ عقیدہ شرک کے دروازے کھول دیتا ہے، اور شرک کے ساتھ اللہ کے یہاں کوئی عمل قابل قبول نہیں، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھنا، کسی کو قادر مطلق سمجھنا، اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے عبادت کی انتہائی شکلیں اختیار کر کے اس کو راضی کرنے کی کوششیں کرنا، کسی اور سے روزی روٹی مانگنا، سر جھکانا، مشکل کشا سمجھنا، یہ سب چیزیں غیر اسلامی ہیں، مگر افسوس کی بات ہے کہ مشرکین کی یہ خصلتیں آج مسلمانوں میں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں، یہ ساری باتیں شرک کی ہیں اور ان سے بچنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

آج ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی موجود ہے جو سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ جو کہ اللہ کے محبوب نبی ہیں، آپ ہی کو مشکل کشا سمجھ بیٹھی ہے، آپ ہی کو تصرف کا حق دار سمجھتی ہے، آپ کے تعلق سے ایسے مشرکانہ خیالات کی حامل ہے، جن کا خالص توحید سے کھلا تضاد نظر آتا ہے، بعض دفعہ ان کے ان خیالات کا اندازہ اسی فکر کے اشعار سے بھی ہوتا ہے، جن میں یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کرسی پر حضرت محمد ﷺ کو بٹھا دیا اور خود فارغ ہو گیا، اب کائنات میں جو بھی کچھ ہو رہا ہے وہ سب آپ ﷺ کے کرنے سے ہو رہا ہے، (العیاذ باللہ!) توحید کے خلاف اس واضح مشرکانہ عقیدہ کے ساتھ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ حضور ﷺ سے سچی محبت کرنے والا ہے، تو ظاہری بات ہے کہ وہ محبت نہیں بلکہ حقیقی معنی میں دشمنی ہے، آپ ﷺ کی شان مبارک میں سخت توہین ہے، اس لیے کہ محبت وتعظیم کا اصول یہ ہے کہ جس کا جو مقام ہے، اس کو اسی مقام پر رکھا جائے، اگر اس سے آگے یا پیچھے کیا گیا تو یہ اس کی توہین سمجھی جائے گی۔

موجودہ دور میں مشرکین کے عقائد سے ملتے جلتے جو عقائد ونظریات مسلمانوں میں پیدا ہو رہے ہیں، ان مشرکانہ عقائد سے گریز کرنے کی سخت ضرورت ہے، یہ یقین راسخ کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں کوئی شریک نہیں، نہ اس کی قدرت میں کوئی شریک ہے اور نہ ہی علم میں، اسی کو تمام تصرفات کا حق حاصل ہے، اسی کے پاس تمام چیزوں کا علم ہے، عبادت میں انتہائی درجہ کی تعظیم ومحبت کی تمام شکلیں بھی اسی کے لیے اختیار کرنی چاہئیں، اگر یہ عقیدہ راسخ ہو جائے تو ہماری توحید مکمل ہوگی، اور اگر اس میں ذرا بھی کوتاہی یا غفلت سے کام لیا جائے تو توحید میں خلل پیدا ہونا یقینی بات ہے، اس سلسلہ میں بہت سے ان لوگوں کو بھی چوکنا رہنا چاہیے جو خاصے دین دار سمجھے جاتے ہیں کہ بعض دفعہ ان کے یہاں بھی غیر شعوری طور پر توحید میں خلل پیدا ہو جاتا ہے، مثلاً: بزرگان دین کے متعلق بہت سے لوگوں کا یہ تصور کہ وہ جو چاہیں گے کر دیں گے، ہم ان کے پاس جا کر دعا کرا کے ہر کام کرا لیں گے، ان کے فیض سے ہماری مشکلات حل ہو جائیں گی، اگر کسی کے فیض سے مشکلات حل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے تصرف سے مشکل آسان ہو جائے گی تو یہ عقیدہ سراسر غلط عقیدہ ہے،

البتہ یہ خیال کرنا کہ فلاں بزرگ کی نیکیوں کی برکت سے بفضل خداوندی ہمارا کام آسان ہوگیا تو پھر بھی غنیمت ہے، مگر یاد رہے کہ کسی کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھنا توحید خالص سے منھ موڑنا ہے، ہر کسی کو یہی یقین رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت ہوگی تو ہمارا کام ہوگا، ورنہ کسی بزرگ یا ولی کامل کی محض دعاؤں سے کام ہونے والا ہرگز نہیں ہے، اگر اس کی گنجائش ہوتی تو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ ان لوگوں کو ضرور ہدایت نصیب ہوتی، جن کی ہدایت کے لیے حضور ﷺ دل سے متمنی تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی فرق واضح کرنے کے لیے صاف طور پر ارشاد فرمادیا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾ (القصص: ٥٦) (آپ جس کو چاہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے، ہاں اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)

معلوم ہوا کہ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، آپ کا کام جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا ہے، حقیقی متصرف وہی ذات ہے، وہی قادر مطلق ہے، اسی کے ہاتھ میں کسی کی تقدیر کو اچھا یا برا کرنا ہے، اسی کے ہاتھ میں موت وحیات ہے، گویا اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ہدایت دے دینا صرف اللہ کا کام ہے، نبی اکرم ﷺ کا کام صرف راستہ بتانا ہے، تو کسی بزرگ یا ولی کامل کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا کہ وہ جو چاہیں کرلیں، کھلا ہوا مشرکانہ عقیدہ ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اولیاء اللہ کے متعلق خالص مشرکانہ عقائد کی حامل ہے، کسی کے بارے میں یہ تصور قائم ہے کہ ملک الموت کسی شیخ کی روح قبض کرنے کے لیے آئے، شیخ روح قبض کئے جانے پر راضی نہ ہوئے، چنانچہ انہوں ملک الموت ہی کو پکڑ لیا اور انہیں کی روح قبض کرلی، کسی کے بارے میں یہ تصور قائم ہے کہ ایک مرتبہ ملک الموت روحیں قبض کرکے کسی تھیلے میں لے جارہے تھے، راستہ میں شیخ صاحب کی ملک الموت سے ملاقات ہوئی، تھیلے میں دیکھا تو ایک ایسے صاحب کی روح بھی موجود تھی جو کہ شیخ صاحب کے مرید تھے، چنانچہ انہوں نے اس تھیلے پر ہاتھ مارا اور ساری روحیں آزاد کرالیں، غرض کہ اس طرح کی ہفوات وخرافات کا ایک ایسا سلسلہ چل پڑا ہے جن کے شرک ہونے میں کوئی احتمال باقی نہیں رہ جاتا، اور عقل ونقل سے ان کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، عقیدۂ توحید کے مکمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ شرک کی ان تمام قسموں سے بھی دور رہا جائے، جن سے عقیدۂ توحید کو گھن لگتا ہو، قرآن مجید میں توحید کے عقیدہ پر خاص توجہ دلائی گئی ہے، ان تمام شکلوں سے محفوظ رہنے کی تاکید کی گئی ہے جن سے عقیدۂ توحید میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، اسی لیے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی انسان قرآن مجید صحیح دل اور صحیح نیت سے پڑھ لے تو وہ کبھی بھی مشرک نہیں ہوسکتا، البتہ اگر کوئی شخص قرآن مجید بغیر سمجھے یا سمجھنے کی کوشش کئے بغیر ہی پڑھے تو یقیناً ثواب تو ملے گا لیکن پیغام قرآن سے محرومی ہوگی، واقعہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھلی آنکھوں سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا تو مشرک باقی نہیں رہ سکتا، اس لیے کہ قرآن مجید میں شرکیہ اعمال کی تمام شکلیں تفصیل سے بیان کردی گئی ہیں۔

﴿وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَـٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة: ١٦٣) (اور تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے اس رحمٰن ورحیم کے علاوہ کوئی معبود نہیں)

اس آیت میں یہ بات صراحت سے فرمادی گئی کہ تمہارا معبود تنہا صرف ایک ہی معبود ہے، تم کو اسی کی پرستش کرنا ہے، یہاں معبود کے لیے ”الٰہ“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مفہوم ”تالہ“ و”تعبد“ ہے، یعنی الوہیت وعبادت کی تمام شکلیں اس کے سوا کسی بھی دیوی دیوتا کے لیے جائز نہیں، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں نے عبادت کے اندر دوسروں کو شریک عبادت کرلیا تھا، اصل طاقت کے علاوہ دوسری طاقتوں کو بھی لائق سجدہ سمجھنے لگے تھے، قرآن مجید میں انہیں غلط عقائد پر ضرب لگاتے ہوئے وضاحت سے فرمادیا گیا کہ تالہ وتعبد کی تمام شکلیں سوائے اللہ کے کسی اور کے لیے اختیار کرنا جائز نہیں، تمام انسانوں کا معبود وہی اللہ ہے، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ (البقرة: ٢٥٥) (وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جیتا ہے اور سب اس کے سہارے جیتے ہیں، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند)

.............(باقی صفحہ ۱۴ پر)

سنن مؤکدہ

تفصیلات اور احکام

مفتی راشد حسین ندوی

پنج وقتہ نمازیں فرض ہیں، وتر کی نماز واجب ہے، ان دونوں کے علاوہ کچھ اور نمازیں بھی مشروع ہیں، اور ان کے درمیان بھی فرق مراتب ہے، چنانچہ ان میں سے کچھ سنن مؤکدہ ہیں، جن کا مرتبہ واجب کے قریب قریب ہوتا ہے، اور چھوڑنا باعث گناہ اور مکروہ ہوتا ہے، کچھ سنن غیر مؤکدہ ہوتی ہیں، ان کا چھوڑنا بھی خلاف اولیٰ ہوتا ہے، اور کچھ نمازیں مندوب ومستحب ہوتی ہیں، جن کو پڑھنے سے ثواب ملتا ہے، اور چھوڑنے سے نہ کوئی گناہ ہوتا ہے نہ کراہت لازم آتی ہے۔ (شامی:۱/۷۶)

پھر چاہے سنن مؤکدہ ہوں یا دوسری قسمیں ہوں، ان سب کا ایک بڑا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ فرائض میں جو کوتاہی اور کمی ہوجائے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ان کی تلافی کردیتا ہے، چنانچہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ ٹھیک نکلیں تو وہ کامیاب ہوجائے گا اور نجات پالے گا، اور اگر ان میں خرابی ہوئی تو ناکام ہوگا اور خسارہ میں رہے گا، اور اگر اس کے فریضہ میں کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو! کیا میرے بندے کی نفلیں ہیں تو فریضہ میں جو کمی ہو اس کو نفلوں سے پورا کردیا جائے گا، پھر اس کے بقیہ اعمال کا بھی اسی طرح معاملہ ہوگا۔ (ترمذی)

سنن مؤکدہ: سنن مؤکدہ ان سنتوں کو کہا جاتا ہے جن کی پابندی کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، ان کے چھوڑنے سے گناہ قریب قریب اسی طرح ہوتا ہے جس طرح واجب چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے، اس کا چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔ (شامی:۱/۴۹۷)

یہ سنن مؤکدہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فجر سے پہلے دو رکعت (۲) ظہر سے پہلے چار رکعت، اسی طرح جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے چار رکعت (۳) ظہر کے بعد دو رکعت، اور جمعہ کے دن جمعہ کے بعد چار رکعت (۴) مغرب کے بعد دو رکعت (۵) عشاء کے بعد دو رکعت۔

(شامی:۱/۴۹۷-۴۹۸، ہندیہ:۱/۱۱۲)

جمعہ کے دن کے علاوہ بقیہ دنوں میں ان سنن مؤکدہ کی تعداد بارہ رکعات ہوتی ہے، اور احادیث میں ان کی تاکید کے علاوہ بڑی فضیلتیں بھی وارد ہوئی ہیں، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جو بھی بندہ مسلم فرائض کے علاوہ ہر دن بارہ رکعات تطوع کی پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک خاص گھر کی تعمیر فرمادیتا ہے، ترمذی کی روایت میں ان نمازوں کی تفصیل بھی کی گئی: ظہر سے پہلے چار رکعات، ظہر کے بعد دو رکعات، مغرب کے بعد دو رکعات، عشاء کے بعد دو رکعات اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعات، اور مسلم وابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان بارہ رکعات کو پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔

سنت فجر: ان سنن مؤکدہ میں سب سے زیادہ اہتمام آنحضرت ﷺ سنت فجر کا فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نوافل میں سے کسی کا بھی اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا سنت فجر کا فرماتے تھے۔ (متفق علیہ) اسی لیے فقہاء نے فرمایا کہ تاکید میں سنت فجر سب سے بڑھ کر ہے۔ (شامی:۱/۴۹۹، ہندیہ:۱/۱۱۲)

اسی اہمیت کے پیش نظر فجر کی سنت کو بلا عذر بیٹھ کر اسی طرح پڑھنا جائز نہیں جیسے فرائض کا حکم ہے، اور اسی طرح کسی جانور کی پیٹھ پر بیٹھ کر نوافل وغیرہ پڑھنا جائز ہے، لیکن فجر کے لیے اترنا ضروری ہے، اور پیچھے گزر چکا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور ایک رکعت نماز مل جانے کی امید ہو تو سنت فجر پڑھنے کا حکم ہے۔ (لیکن پیچھے جماعت کے احکام بیان کرتے وقت تفصیل سے لکھا جاچکا ہے کہ یا تو وقت کا اندازہ کرکے گھر سے سنت فجر پڑھ کر مسجد آئے یا اگر نماز مسجد کے اندرونی حصہ میں ہورہی ہو تو باہری حصہ میں یا کسی ستون وغیرہ کی آڑ لے کر پڑھے، جہاں نماز ہورہی ہے وہاں سنت

فجر پڑھنا مکروہ ہے، خاص طور سے صف کے ساتھ مل کر اس سے پرہیز ضروری ہے) (شامی:۱/۴۹۹)

اگر سنت فجر فرض کے ساتھ قضاء ہو جائے تو زوال تک اگر فرض کی قضا کرنا ہے تو سنت فجر کی بھی قضاء کرے گا، اور اگر زوال کے بعد قضاء کرنا ہے تو صرف فرض کی کرے گا سنت کی نہیں کرے گا، اور اگر تنہا سنت فجر چھوٹتی ہے تو امام محمد کے نزدیک اشراق کا وقت ہونے کے بعد زوال سے پہلے اس کو پڑھ لے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ (ہندیہ:۱/۱۱۲)

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھیں یہاں تک کہ طلوع شمس ہو گیا، تو اسے چاہیے کہ انہیں پڑھ لے۔ (بیہقی)

فجر کی سنت میں قرائت: آنحضرت ﷺ سنت فجر میں مختصر سورتوں کی قراءت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فجر کی سنتوں میں ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ اور ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھا کرتے تھے، اور آہستہ پڑھتے تھے۔ (مسند أحمد وابن ماجہ)

اسی لیے فقہاء نے سنت فجر میں پہلی رکعت میں ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنے کو مسنون قرار دیا ہے۔ (ہندیہ:۱/۱۱۲)

اگر کسی نے تہجد کی نیت سے دو رکعتوں کی شروعات کی، بعد میں معلوم ہوا کہ جب نماز شروع کی تھی تو فجر کا وقت ہو گیا تھا، تو یہ دو رکعتیں سنت فجر کے طور پر ہو جائیں گی، اب سنت فجر نہ پڑھی جائے۔ (ہندیہ:۱/۱۱۲)

سنت ظہر: ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنا بھی سنت مؤکدہ ہے، اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت چھوڑتے نہیں تھے۔ (بخاری) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی)

یہ چار رکعات ایک سلام سے پڑھی جائیں گی، اس لیے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ زوال کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے، تو میں نے پوچھا: یہ کون سی نماز ہے جس کی آپ پابندی فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی نیک عمل اوپر جائے، میں نے عرض کیا: کیا سب رکعات میں قراءت ہوگی؟ فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: ایک سلام سے پڑھی جائے گی یا دو سلاموں سے؟ فرمایا: ایک سلام سے۔
(طحاوی، أبوداود، ترمذی، (شامی:۱/۴۹۷-۴۹۸)

جمعہ سے پہلے کی سنت: حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت میں مطلق طور پر زوال کے بعد چار رکعات کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ چار رکعات جمعہ سے پہلے بھی مسنون ہیں، اور حضرت ابن عباس کی روایت ابن ماجہ نے نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے، اسی لیے ظہر اور جمعہ دونوں میں چار رکعات پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور ضروری ہے کہ ان کو ایک سلام سے پڑھا جائے، اگر دو سلاموں سے پڑھا تو سنت ادا نہ ہوگی۔ (شامی:۱/۴۹۸)

ظہر اور جمعہ سے پہلے والی سنتیں بعض احکام میں فرائض سے مشابہ ہیں، مثلاً: ان کے قعدہ اولی میں التحیات کے بعد درود شریف مشروع نہیں ہے، اگر بھولے سے پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، جیسا کہ فرائض میں ہوتا ہے، اسی طرح جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو ثنا نہیں پڑھے گا، بقیہ چار رکعات والی سنن اور نفلیں ان دو احکام میں الگ ہوتی ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ آگے آئے گا۔
(شامی:۱/۵۰۰)

جب سنت ظہر ظہر سے پہلے پڑھ سکے: اگر جماعت کا وقت ہو گیا ہو اور جماعت کی ایک رکعت بھی چھوٹ جانے کا خوف ہو تو ظہر سے پہلے سنت نہیں پڑھے گا، بلکہ ظہر کے وقت کے اندر اندر بعد میں قضاء کر لے گا، ظہر کا وقت گزر جائے تو چاہے اکیلی سنت چھوٹی ہو یا سنت وفرض دونوں چھوٹے ہوں، سنت کی قضاء نہیں کی جائے گی، اور افضل یہ ہے کہ جب شروع کی سنت نہ پڑھ سکے تو فرض ظہر پڑھنے کے بعد پہلے بعد والی دو رکعت پڑھے پھر شروع کی چار رکعات پڑھے، لیکن اگر پہلے چار رکعات پھر دو رکعت پڑھ لیں تب بھی کوئی گناہ نہیں ہوا۔ (شامی:۱/۵۳۱)

ظہر کی سنتوں کی قضاء کا ذکر احادیث میں آیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعت نہیں پڑھتے تھے تو فرض کے بعد ان کو پڑھ لیتے تھے۔ (ترمذی)

اور ابن ماجہ کی روایت میں صراحت ہے کہ بعد کی دو رکعات کے بعد پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ)

ظہر کے بعد کی سنت: ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنا بھی سنت مؤکدہ ہے، (شامی:۱/ ۴۹۸، ہندیہ:۱/۱۱۲) اس سنت کا ذکر اوپر حضرت علی کی حدیث میں بھی آچکا ہے، نیز بارہ رکعات سے متعلق ترمذی کے حوالہ سے حضرت ام حبیبہ کی حدیث میں بھی ذکر آچکا ہے۔

جمعہ کے بعد کی سنت: جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ایک سلام سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ (شامی:۱/ ۴۹۸، ہندیہ:۱/۱۱۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ چار رکعات پڑھے۔ (مسلم)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعات پڑھو۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعات ہیں، ان کی دلیل حضرت علیؓ کے آثار ہیں، بقیہ حضرات نے مؤکدہ چار ہی بتائی ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ پہلے چار رکعات ایک سلام سے پڑھے، پھر دو رکعات ایک سلام سے پڑھے۔

(البحر الرائق: ۲/ ۴۹، غنیة المستملی: ۳۷۳)

مغرب و عشاء کے بعد کی سنت: مغرب اور عشاء کی فرض نمازوں کے بعد بھی دو دو رکعات پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ (شامی:۱/ ۴۹۸، ہندیہ:۱/۱۱۲)

ان دونوں وقتوں میں نماز پڑھنے کا ذکر حضرت ام حبیبہ کی حدیث میں شروع مضمون میں کیا جاچکا ہے۔

سنتوں کی نیت: اکثر لوگوں میں بحث ہوتی رہتی ہے کہ سنت میں سنت رسول اللہ کہا جائے گا یا نہیں؟ تو یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی طرح نیت کرلے کافی ہوگا، چاہے صرف سنت کہے، چاہے سنت رسول کہے، نفل کہے، چاہے اتنی اتنی رکعات نماز کہے، البتہ یہ بات ذہن میں بٹھالینا ضروری ہے کہ نماز (بلکہ تمام عبادات) نفل ہوں، فرض ہوں یا سنت ہوں، سب اللہ کے لیے پڑھی جاتی ہیں، سنت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، نعوذ باللہ یہ سمجھنا کہ سنت آنحضرت ﷺ کے لیے ہوتی ہے، شرک تک پہنچادینے والا عمل ہے، یہ اس لیے لکھا کہ بعض ناواقف اسی طرح سمجھتے ہیں جو بڑی خطرناک بات ہے۔

(شامی:۱/ ۴۹۹، کتاب المسائل:۱/ ۴۵۵)

بقیہ:- توحید کیا ہے؟

...........اس آیت میں مشرکین کے اس عقیدہ کو باطل کردیا گیا، جس میں وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا بنائی، کائنات کا سارا نظام بنایا، اور اب اس کی نگرانی دوسروں کے سپرد کردی، "حَـيٌّ و قَیُّوم" کی صفت بیان فرما کر یہ وضاحت ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب ایسی غیر مناسب باتوں کی نسبت کوئی معنی نہیں رکھتی، اصل نگراں اور زندہ رہنے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی ہے، اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، وہ جو چاہے کرسکتا ہے، کسی بھی نظام میں ایک لحہ کے لیے بھی اس کا کوئی شریک نہیں، کیونکہ نظام کائنات کو چلانے کے لائق وہی ذات ہوسکتی ہے، جو ہمیشہ کے لیے زندہ ہو، اس کو کبھی فنا نہ ہو، نیند اور اونگھ کا اس کے پاس سے گزر تک نہ ہو، اور ایسی ذات سوائے اللہ کے کوئی نہیں، گویا آیت شریفہ میں ﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ کی صفات بیان فرما کر ان تمام مشرکانہ عقائد کو رد کردیا گیا، جن میں یہ بات شامل تھی کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی تخلیق کے بعد تھک گیا یا اس کو بھی آرام کی ضرورت پڑتی ہے، یا نظام کائنات چلانے میں اس کے دوسرے لوگ بھی شریک ہیں، قرآن مجید کی ان واضح تعلیمات کے بعد کسی کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرائے، کسی اور ذات کو کائنات میں تصرف کا حق دار سمجھے، خدا کے سوا کسی دوسرے کو بندگی کے لائق تسلیم کرے۔

انسانیت نوازی

سید خلیل احمد حسنی ندوی

ابھی کچھ دن قبل میں نے ایک ویڈیو دیکھی، واٹس ایپ میں دیکھی، آپ نے بھی دیکھی ہوگی، متعدد ویڈیوز ایسی دیکھی ہوں گی، جنھوں نے آپ کو بے چین و مضطرب کیا ہوگا، رنجیدہ کیا ہوگا، کچھ سوچنے پر مجبور کیا ہوگا، اس ویڈیو کا لنک کھولنے پر آمادہ کیا ہوگا، آنکھوں نے بھی اپنے غم کا اظہار ایک دو آنسوؤں کی شکل میں کیا ہوگا، وہیں دوسری طرف کچھ ویڈیوز ایسی بھی آپ نے دیکھی ہوں گی جنھوں نے آپ کو خوشی اور مسرت کے احساس سے دوچار کیا ہوگا، خوشی کے آنسو آپ کی آنکھ سے چھلک پڑے ہوں گے، اور آپ اپنی خوشی چھپا نہ پارہے ہوں گے، اللہ تعالی نے انسان کو اس حیثیت سے امتیاز بخشا کہ وہ اپنے بھائی کو خوش دیکھ کر خود خوش ہوتا ہے، اس کی خوشی میں شریک ہوتا ہے، یا اپنے بھائی کو غمگین دیکھ کر خود غمزدہ ہوتا ہے، ہر طرح سے اس کی دلجوئی کرنا چاہتا ہے، اس کو اس کیفیت سے باہر نکالنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرتا ہے، اس کے اندر امید کا احساس جگاتا ہے۔

آج کے دور میں انسان کی انسانیت رخصت ہوتی جارہی ہے، اس کی یہ امتیازی شان ماند پڑتی جارہی ہے، وہ اجتماعی زندگی سے کٹتا جارہا ہے، اور اپنی ذات میں سمٹتا جارہا ہے، دوسروں کی معمولی تکلیف پر بے چین ہوجانے والا انسان آج اپنے ہی بھائی کی بڑی سے بڑی تکلیف پر ایک آنسو تک نہیں بہاتا، مشکل وقت میں اس کے ساتھ کچھ پل بھی نہیں بتاتا۔

آپ سوچتے ہوں گے اور اگر نہ سوچتے ہوں تو سوچیے کہ اس کی اس حالت کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کے پیچھے جو چیز کار فرما ہے، جس نے انسان کو اس حال تک پہنچادیا کہ وہ ماحول سے کٹ گیا، اپنوں سے دور ہوگیا، تعلقات تو استوار کیے مگر اپنا مفاد دیکھ کر، دوستی قائم کی مگر سامنے والے کے اسٹیٹس کو دیکھ کر۔

ان سب کا ذمہ دار خود انسان کی اپنی ذات ہے جو مادیت اور خودغرضی کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہتا چلا گیا، اور وہاں تک گیا جہاں تک مادیت اس کو لے گئی، مادیت اور خودغرضی کے آسیب نے اس کو اس طرح جکڑ لیا کہ وہ اس سے چھٹکارا نہ پاسکا بلکہ اس نے چھٹکارا حاصل کرنا بھی نہ چاہا۔

آج بھی انسان اس مادیت اور خودغرضی پر قابو پاسکتا ہے، اس کے شکنجے سے نجات حاصل کرسکتا ہے، اس کے دلدل سے باہر نکل سکتا ہے، لیکن اس کے لیے ارادے اور عمل کی ضرورت ہے، کیوں کہ بغیر ارادے اور عمل کے کوئی چیز ممکن نہیں۔

اب آیئے اس ویڈیو کا تذکرہ کرتے ہیں جس نے مجھے اتنی لمبی تمہید لکھنے پر مجبور کردیا، مجبور کردیا اپنے اندر کا حال بیان کرنے پر، مجبور کردیا اپنے دل کا درد ظاہر کرنے پر۔

واٹس ایپ کو تو آپ جانتے ہوں گے نہ صرف جانتے ہوں گے بلکہ یقین ہے کہ آپ استعمال بھی کرتے ہوں گے، آپ میں سے کتنے گروپ ایڈمن ہوں گے، اور کتنے دوسرے گروپ میں ایڈ ہوں گے، آپ خوب جانتے ہیں واٹس ایپ میں نہ صرف س م س کا تبادلہ ہوتا ہے بلکہ ویڈیوز بھی شیر کی جاتی ہیں، ایسے ہی ایک ویڈیو میرے گروپ میں آئی وہ ویڈیو ہے تو صرف چند منٹ کی، اور دو معصوم بچوں کے ارد گرد گھومتی ہوئی، لیکن اگر آپ اس کو غور سے دیکھیں تو آپ اسی ویڈیو میں ایک بچے کی غربت دیکھیں گے، ریلوے اسٹیشن پر بھیک مانگتے اس کے ننگے بدن کو دیکھیں گے، اس کے سوجے ہوئے اور خون آلود پاؤں دیکھیں گے، صرف دیکھیں گے ہی نہیں بلکہ اس کی کراہ بھی سنیں گے، لیکن شکایت کے طور پر نہیں، تکلیف کا اظہار کرنے کے لیے نہیں، لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لیے نہیں بلکہ وہ معصوم ہے، کب تک روک پائے گا اپنی چیخوں کو، درد کے احساس کو، ویڈیو کا دوسرا حصہ ایک امیر بچے کی تصویر پیش کرتا ہے، وہ امیر بچہ اپنی لگژری کار میں اسی اسٹیشن پر اپنے ملازم کے ساتھ آتا ہے، ملازم اس کو چھوڑ کر واپس چلا جاتا ہے، ابھی ٹرین چلنے میں وقت ہے، وہ امیر بچہ اسٹیشن ہی پر ایک کرسی پر بیٹھ جاتا ہے، وہ بار بار اپنے قیمتی جوتوں پر لگ جانے والی دھول کو یکے بعد دیگرے رومال سے صاف کرکے پھینک رہا ہے، اس بچے کی حیثیت دیکھ کر آس پاس کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں، لیکن دوسری طرف وہ غریب بچہ اپنی ذات

میں سمٹا ایک کونے میں بیٹھا اندر ہی اندر گھٹ رہا ہے، اچانک سگنل ہوجاتا ہے،ٹرین چل پڑتی ہے، مسافر ٹرین کی طرف لپکتے ہیں، افراتفری کا ماحول ہوجاتا ہے، ہر شخص کو صرف یہ فکر کہ ٹرین چھوٹ نہ جائے، اب کسی کو اس معصوم امیر بچے کی پرواہ نہیں، وہ کیسے ٹرین پر سوار ہوگا، ہو پائے گا کہ نہیں، افراتفری کے اس ماحول میں وہ بچہ بھی ٹرین کی طرف لپکتا ہے، لیکن تیز بھاگنے کی کوشش میں اس کا ایک جوتا اتر جاتا ہے، اور بچہ کو صرف یہ فکر کہ ٹرین نہ چھٹنے پائے وہ جوتا اٹھانے کے بجائے ٹرین میں چڑھنے کو ترجیح دیتا ہے، اور ٹرین میں چڑھ جاتا ہے، لیکن اس کا یہ عمل اس غریب بچے کی نگاہوں میں آجاتا ہے، وہ بھاگتا ہوا آتا ہے، اس کا جوتا اٹھاتا ہے، اور ٹرین کے پیچھے بھاگتا ہے کہ کسی طرح بھی جوتا اس بچے کو دے دے، بھاگتا بھاگتا جب وہ تھک جاتا ہے، اور سمجھ جاتا ہے کہ اب وہ ٹرین کو پکڑ نہیں سکے گا تو جوتا اس انداز سے پھینکتا ہے کہ وہ ٹرین میں چلا جائے، لیکن بد قسمتی سے اس کا نشانہ چوک کر جاتا ہے، اور جوتا اسی پلیٹ فارم پر گر جاتا ہے، آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس پوری کاروائی میں اس کا کتنا دل چاہا ہوگا کہ یہ جوتا میرا ہوتا، میرے پاؤں میں ہوتا، اس امیر بچہ کی جگہ میں ہوتا، لیکن وہ بچہ تھا، معصوم تھا، خودغرضی کے معنی سے ناآشنا تھا، اس نے مالک کو اس کا حق پہنچانا چاہا، اپنی ہر ممکن کوشش کی، کامیاب نہ ہوسکا، ادھر اس امیر بچہ کا حال بھی سنیے، یہ اگر معصوم تھا، خودغرضی سے دور تھا تو وہ بھی معصوم تھا اور خودغرضی سے دور تھا اس نے جب اس غریب بچہ کی غربت دیکھی، ضرورت کے باوجود استغناء دیکھا، اس کی کوشش کو ناکام ہوتے دیکھا، اپنے جوتے کو پلیٹ فارم پر گرتے دیکھا تو اس کی نگاہ اپنے دوسرے پاؤں پر گئی، اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ بچہ اپنا دوسرا جوتا اتار رہا ہے، اس نے اپنا وہ جوتا اتار کر اس غریب بچے کی طرف اچھال دیا، محبت کے ساتھ، عقیدت کے ساتھ، دونوں کی آنکھوں میں آنسو ہیں، لیکن دل ایک دوسرے کو سلامی دے رہے ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک امیر ایک غریب، امیر اور غریب ایک ہی سکہ کے دو پہلو ہیں، امیروں کے کام غریبوں کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچتے ہیں اور غریبوں کی ضرورتیں امیروں سے ہی پوری ہوتی ہیں۔

جب ایسا ہی ہے تو پھر دونوں میں اتنی دوری کیوں، ایک کے دل میں اگر امارت کا غرور ہے تو دوسرے کے دل میں اس کے زوال کی تمنا، آج ہمارے معاشرے کا المیہ یہی ہے، اگر ہم اس پر قابو پا جائیں تو ہماری زندگی سکون واطمینان کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

آج ضرورت ہے کہ سوشل نٹ ورکنگ سائٹس پر اس طرح ویڈیو شیر کی جائیں تاکہ یہ ویڈیوز ہر دل پر دستک دیں، اور اس کو سوچنے پر آمادہ کریں۔

بقیہ: اسلامی غیرت وحمیت کی ایک مثال

............کتنی شریف عصمت مآب مائیں، بہنیں، بیٹیاں اور بیویاں ہیں جو فحش لٹریچر، عریاں تصویروں اور ناولوں، گندے افسانوں اور سینما کی نذر ہوتی جارہی ہیں، کتنی معصوم روحیں اسی سیلاب بلاخیز کی زد میں ہیں، ان باطل داعیوں نے کتنی حرم سراؤں کے پردے الٹ دیئے، کتنی سادہ دل اور پاک طینت وباعصمت لڑکیوں سے حیاوشرم کی چادریں اتاریں، دلوں میں اسلامی احکام و شعائر کی نفرت بٹھادی، فواحش ومنکرات کو دلوں میں اتار دیا، جوانوں کے ذہن وفکر کو بدل دیا، ستم بالائے ستم یہ کہ جنگ اب بھی جاری ہے، اس لوٹ مار میں کمی تو کیا بلکہ روز بروز زیادتی ہے، نہ جانیں کتنی بھٹکی ہوئی روحیں فریاد کناں ہیں، کتنی کراہتی اور سسکتی ہوئی روحیں ہیں جو کسی معتصم کو آواز دے رہی ہیں، لیکن کون ہے جو اس کا جواب دے، باپوں کے دلوں سے اولاد کی محبت غائب ہوچکی، ان کو بچوں کے آرام وآسائش کا پورا خیال ہے، مگر ان کی تعلیم وتربیت کی طرف کوئی توجہ نہیں، یہ تک بتانے کی زحمت نہیں کرتے کہ اسکولوں اور کالجوں میں جو کچھ ان کو دیا جارہا ہے وہ زہر ہے یا قند، شادیوں اور ولیموں میں تو ہزاروں بلکہ لاکھوں روپئے تو خرچ کئے جاسکتے ہیں، مگر اس ہاری ہوئی جنگ کے لیے اگر کوئی قدم اٹھانا ہو اور کوئی رقم درکار ہو تو یہ ان کے لیے موت سے کم نہیں، آخر اس سوئی ہوئی قوم کی تاریک رات کب روشن ہوگی، ان کی اکھڑی ہوئی طنابیں کب لگیں گی، ان کے گرے ہوئے خیمے کب نصب کئے جائیں گے، اس کی کھوئی ہوئی طاقت کب واپس آئے گی، اس کی تہذیب وثقافت کے مرجھائے، کمھلائے ہوئے چمنستاں میں کب بہار آئے گی، اور اپنی اندرونی خانہ جنگی واختلافات باہمی سے کب فرصت ملے گی۔

شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ارمغان بدایونی ندوی

عَنْ عَلِيٍّ (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَشْفَعُ لِأُمَّتِيْ حَتّٰى يُنَادِيَنِيْ رَبِّيْ، فَيَقُوْلُ: أَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَأَقُوْلُ: نَعَمْ رَضِيْتُ. (کنز العمال: ۳۹۷۵۸)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کی سفارش کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب مجھے پکارے گا اور کہے گا: اے محمد! کیا تم خوش ہو گئے؟ میں عرض کروں گا: ہاں! میں خوش ہوں۔

فائدہ:- شفاعت امت مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے، روز قیامت میں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کوئی کسی کی مدد کرنے والا نہیں ہوگا، بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا، اور بے شمار لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جہنم رسید کیا جا چکا ہوگا، اس وقت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت کی طرف سے شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی نصیب ہوگی۔

شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صورتیں ہوں گی، جن کو روایات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے، پہلی صورت تو شفاعت عامہ کی ہوگی، جس میں تمام انسانیت دیگر انبیاء علیہم السلام سے ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچے گی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سفارش فرمائیں گے، دوسری شفاعت اس وقت ہوگی جب لوگ پل صراط پر سے گذر رہے ہوں گے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت کی سفارش سے بہت سے لوگوں کو گذرنا آسان ہو جائے گا، تیسری شفاعت اس وقت ہوگی جب بعض اہل ایمان کو ان کے گناہوں سے پاک کرنے کے لیے جہنم میں ڈالا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بھی سفارش فرمائیں گے اور مرحلہ وار ان سب کو جہنم سے خلاصی نصیب ہوگی، اس کے علاوہ روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اہل شرک و کفر کے متعلق بھی سفارش فرمائیں گے تو ان کو جہنم کی گہرائیوں سے نکال کر اس کی اوپری سطح میں کر دیا جائے گا، اور ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے گی، صحیح مسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے متعلق یہ روایت موجود ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے نافذ ہونے والے ہیں، اس کی مشیت و ارادہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی، البتہ بعض خداوندی فیصلوں کے نفاذ میں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کیا جائے گا، جس کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو جہنم سے چھٹکارا نصیب ہوگا، ورنہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہو کہ خداوندی فیصلے ایک طرف اور شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف تو یہ اس کی خام خیالی تصور کی جائے گی، اس لیے کہ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دربار میں کسی کو لب کشائی کی بھی ہمت نہ ہوگی، چہ جائیکہ کوئی سفارش کرے، اسی لیے احادیث میں اس بات کی صراحت کر دی گئی کہ قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑی تعداد کی سفارش نہیں کریں گے، ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن میں کسی نے کسی کا حق مارا ہوگا، کسی نے زندگی بھر خلاف شریعت کام کئے ہوں گے، کسی نے احکام قرآنی کو ناکافی سمجھا ہوگا، گویا اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق وہی لوگ ہوں گے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نہ کسی درجہ میں سچی محبت کرنے والے ہوں، سچی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پاس رکھنے والے ہوں، پرفتن دور میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں مردہ ہو رہی ہوں، ان کو زندہ کرنے والے ہوں، اور اس کے متعلق ہمہ وقت فکر مند ہوں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ میری محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ میری سنتوں کو زندہ کیا جائے، جو ایسا کرے گا تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

افسوس کا مقام ہے کہ بعض لوگ شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مفہوم کو نہیں سمجھتے، جس کے نتیجہ میں وہ شرک میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، اور اپنے قول و عمل سے اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ خواہ ہمارے اعمال شریعت اسلامیہ کے کتنے بھی خلاف ہوں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کو روز قیامت میں شفاعت ضرور نصیب ہوگی، جب کہ احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ سچی محبت کا اولین تقاضہ سنن نبویہ کی حقیقی اتباع ہے۔

اشتراکیت اور اسلام

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ السباعیؒ

جب کسی نظام کی افضلیت و برتری مناظرہ اور موازنہ کے ذریعہ دلیل سے ثابت کرنے کی کوشش، دلوں پر زنگ لگ جانے اور ذہن و دماغ پر عصبیت کا پردہ پڑجانے کی وجہ سے بارآور نہ ہو، تو اس نظام کے نتائج وثمرات پر سچی تاریخ کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کرسکتا، باطل وتخریب پسند لوگ اپنے بغض وعناد میں کتنی ہی سرکشی اختیار کرلیں۔

اشتراکیت اسلام کے فوائد وثمرات کو جیسا کہ تاریخ کے سچے واقعات سے عیاں ہے، ہم نے اس کے ملک ومعاشرہ اور فرد میں دیکھا ہے، یہ کس طرح کے ثمرات تھے؟ اشتراکیت اسلام نے اہل عرب سے پستی میں لے جانے والی وثنیت، منتشر ومتفرق قبائل کی زندگی، مشقت اور بے اطمینانی، علیحدگی پسندگی اور انفرادیت لے کر انہیں بلند وعظیم توحید، خوشحال زندگی، وحدت قومی اور ایسی قیادت عطا کی جو پوری انسانی تاریخ میں نور وہدایت کے پھیلنے کا ذریعہ بنی۔

اشتراکیت اسلام نے پورے عالم سے غلط عقائد، ظالم بادشاہت، جنگجو حیوانیت لے کر اسے آزاد عقیدہ، بیدار قیادت، شرافت وبھلائی سے بھرپور انسانیت عطا کی، عرب سے ابوجہل کو لے کر ابوبکرؓ جیسا عظیم المرتبت خلیفہ عطا کیا، فارس سے مزدک کو لے کر ابوحنیفہ جیسا فقیہ عطا کیا، عراق کو رستم کے بدلہ میں سعد بن ابی وقاص جیسا جرنل عطا کیا، مصر کو مقوقس کے مقابلہ میں عمرو بن عاص جیسا فاتح بخشا، شام سے ہرقل کو لے کر معاویہ کو جنم دیا، دنیا کی قیادت سے قیصر وکسریٰ کو مٹا کر خالد وعمر جیسا سپہ سالار عطا کیا، اسی طرح دنیا سے دوشہنشاہیتوں کا خاتمہ کیا، جنھوں نے قوموں کو فنا کے گھاٹ اتارا، یعنی فارس کی شہنشاہیت مشرق میں اور رومن امپائر مغرب میں۔

اشتراکیت اسلام نے دنیا کو ایسی تہذیبیں عطا کیں، جنھوں نے مشرق کے بت پرست اور مغرب کے وحشی قبائل کو خواب غفلت سے بیدار کردیا، یہ تہذیبیں مشرق میں بغداد اور مغرب میں قرطبہ کی تہذیب کہلاتی ہیں، یہ تو ہیں بعض وہ فوائد وثمرات جو اشتراکیت اسلام کے طفیل حاصل ہوئے، اس کے بالمقابل کیمونسٹ اشتراکیت کے نتائج وثمرات پر نظر ڈالیے، میں یہاں اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک عرب کو چھوڑ کر اس کے اپنے ملک میں کیا نتائج نمودار ہوئے؟ میں یہاں صرف اپنے ملک عرب میں اس کے نتائج وثمرات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، جن کا ہم سب مشاہدہ کرتے رہے ہیں، کیمونزم کے اشتراکیت کا ہی نتیجہ ہے کہ وطن عربی میں الحاد وافساد، خیانت وسازش نے جنم لیا۔

☆ شیوعیت یہ چاہتی ہے کہ امت عربی کی وحدت چھین کر اسے افتراق وانتشار میں مبتلا کردے۔

☆ کیمونزم کی یہ کوشش ہے کہ امت عربیہ کی اجتماعیت وشمولیت کا شیرازہ منتشر کرکے اسے مختلف قومیتوں میں تقسیم کردے جس سے ان میں باہم نفرت وعداوت کا بیج اُگے۔

☆ کیمونسٹ اشتراکیت یہ بھی چاہتی ہے کہ عرب قوم سے اس کا دین اور اس کی عربیت کو ختم کرکے اسے الحاد وقومیت کے پھندوں میں گرفتار کردے۔

☆ اس کا یہ مشن ہے کہ عرب قومیت سے اس کی مردانہ صفات اور خوبیوں کو چھین کر اس میں پست ہمتی، نفاق اور اباحیت یعنی ممنوعات کو کرنے اور مامورات کو چھوڑنے کی اجازت دینے والا کا مرض عام کردے۔

☆ کیمونسٹ نظام چاہتا ہے کہ امت عربیہ کی قیادت وسیادت اور اس کا استحکام واستقلال نیست ونابود کرکے اسے خبیث سامراج کے قافلہ سے ملادے، جو نامراد انسانیت کے باریک پردہ میں چھپا ہوا ہے۔

☆ کیمونسٹ اشتراکیت چاہتی ہے کہ عالم اسلامی کی وحدتِ روح اور اس کا جوہر اصلی چھین لے تاکہ اسے ایسی قومیتوں میں بانٹ دے جو ایک دوسرے کی دشمن ہوں اور ایسی خسیس ورذیل عادتوں میں مبتلا کردے جو ان کے فضائل وخوبیوں کو ملیامیٹ کردے۔

☆ وہ عرب اور مسلمانوں کے منبع طاقت وقوت پر غلبہ حاصل کرلینا چاہتی ہے، تاکہ ان کو کمزور کردے اور اس کا مقصد ہے کہ مسلمانوں کو آزادی اور خود مختاری چھین کر انہیں سامراجیوں کا تابع بنادے، اور مسلمانوں کو ان لالچی سامراج کے مقابلہ میں بے دست وپا کردے۔

☆ کیمونسٹ اشتراکیت چاہتی ہے کہ اسلامی مشرق عربی سے دکھ کی ماری انسانیت کے لیے اس نے نئی تہذیب کی جو بنیاد ڈالی ہے جس کی انسانیت محتاج ہے، بغیر کسی قانون اور جواز کے تیزی سے چھین کر ایسی پستی کی طرف ڈھکیلنے والی گندی تہذیب کے حوالہ کردے جو دم توڑ رہی ہے۔

☆ کیمونسٹ اشتراکیت کی آخری کوشش یہ ہے کہ..... (باقی صفحہ ۲۰ پر)

دعوت فکر وعمل

محمد نفیس خاں ندوی

اسلام اور کفر میں جنگ کسی خون خرابے اور لڑائی جھگڑے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریاتی اور اصولی جنگ ہے، جو روز اول سے شروع ہے اور تا قیامت جاری رہے گی، اسلام امن کا دین ہے، یہ اپنے مخالفین کی موت پر خوشی کا نہیں بلکہ رنج وافسوس کا درس دیتا ہے کہ ایک انسان ایمان سے محروم ہمیشہ کی تباہی اور دہکتی آگ میں چلا گیا۔ یہی رنج حضور ﷺ کو بھی کسی کافر ومشرک کی موت پر ہوتا تھا۔

اسلام کافر کو مارنے کا درس نہیں دیتا بلکہ وہ تو پیار ومحبت سے ہمیشہ کی فلاح وکامیابی کی طرف بلانے کا درس دیتا ہے، تاریخ عالم کا جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں کی زندگیوں میں یہی اصول نظر آئے گا، انھوں نے غالب اور قادر ہونے کے باوجود بھی کبھی امن کی کوشش کو ترک نہیں کیا۔ لیکن اگر دوسری طرف اہل کفر وشرک کو دیکھا جائے تو ان کا رویہ ہمیشہ جارحانہ وظالمانہ رہا ہے، ہمیشہ انھوں نے ظلم وزیادتی، خلاف انسانیت حرکات، اور دھوکہ وفریب کا راستہ اختیار کیا ہے، اور اپنی تمام کارستانیوں کے بعد الزام بھی مسلمانوں کے سر دھرا ہے، یہی صورت حال آج بھی قائم ہے، ملکی اور عالمی ہر پیمانہ پر، چنانچہ آج کسی بھی ناشدنی واقعہ کے بعد نشانہ مسلمانوں کو ہی بنایا جاتا ہے، اور اگر یہ کہیں مسلمان ملوث ہوتے ہیں تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کو اس مقام تک کس نے پہنچایا، بندوق چلانے والے ہاتھ تو نظر آتے ہیں لیکن ان ہاتھوں میں بندوق تھمانے والی طاقت نظر نہیں آتی۔

کسی ملک پر اگر بلاجواز حملے کیے جائیں، اس پر کارپٹ بمباری کی جائے، لاکھوں کے حساب سے لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا جائے، شادیوں کو ماتم میں تبدیل کر دیا جائے، ایسے میں اگر وہ مظلوم اپنے دفاع کی کوشش کریں تو انھیں شدت پسند ودہشت پسند کا عنوان دے کہ انسانیت کا دشمن قرار دیدیا جاتا ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق گذشتہ بیس سالوں میں امریکہ، روس، برطانیہ، اسرائیل اور سربوں کے ہاتھوں تقریباً 40 لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ عراق پر حملے میں امریکہ کے ہاتھوں کئی لاکھ لوگ جاں بحق ہوئے۔ افغانستان میں بھی ایک اندازے کے مطابق 3 لاکھ سے زیادہ لوگ تباہ وبرباد ہوئے۔ فلسطین میں اسرائیلی حکومت کے ذریعہ دو لاکھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ چیچنیا، بوسنیا، ہرزیگوینا، سربیا، کروشیا اور مشرق وسطی میں بھی لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان جنازوں کے ساتھ مسلمانوں کی عزت وناموس کے جنازے بھی بڑی تعداد میں نکلے، عورتوں کی بہت بڑی تعداد کی عصمت کو تارتار کیا گیا، ان ملکوں میں مسلمانوں کے جائز حقوق چھین لیے گئے اور ان کی آزادی وخودمختاری کو سلب کر لیا گیا۔

ہمارے ملک میں بھی آزادی کے بعد سے یہی متعصبانہ و معاندانہ رویہ برتا جارہا ہے، بڑی تعداد میں ہندو مسلم فساد کرائے گئے، مسلم نسل کشی کی حکومت کی ہی سرپرستی میں سازشیں رچی گئیں، پھر انہیں کو مورد الزام ٹھہرا کر ان کے خلاف چارج شیٹ داخل کی گئی، مقدمے چلائے گئے اور پھر سزائیں بھی دی گئیں۔

موجودہ حکومت نے اپنے اقتدار کی بنیاد ہی مسلم کش فسادات پر رکھی 2002ء میں مسلم نسل کشی کی خطرناک کوشش کی گئی، گودھرا کا ڈرامہ اسٹیج کیا گیا، رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات بپا ہوئے، انسانوں نے جانوروں کو بھی مات دے دی، حیوانیت وبربریت کے مناظر دیکھ کر پورا ملک سہم گیا، اور یہ سب کچھ حکومت کی نگرانی میں ہوا، میڈیا نے پورا کوریج بھی کیا لیکن کیا مجال کہ کسی نے نوٹس بھی لیا ہو بلکہ اس کے بعد یہ اعلان بھی ہوا کہ "گجرات ماڈل" کو دوسروں صوبوں میں بھی نافذ کیا جائے گا۔

گجرات میں ہوئے انسانیت سوز واقعات کے بعد فطری تقاضا تو یہی تھا اس سنگین جرم میں ملوث پارٹی اپنا وجود کھو بیٹھتی، اور اس کا سیاسی کردار ہی مٹ جاتا لیکن ...... لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہی پارٹی اس ملک کی اکثریت کی منظور نظر بن جاتی ہے اور اس کی مقبولیت کی ایسی لہر چلتی ہے کہ ملک کا اقتدار پوری طاقت کے ساتھ اس کی گرفت میں آجاتا ہے، اور وہ ملک کے سیاہ سفید کا مالک بن جاتی ہے۔

آج وہ انتہا پسند پارٹی ملک میں جو چاہتی ہے کرتی ہے، اس کے کارندے مختلف عنوان سے مسلمانوں کو ہراساں کرتے ہیں اور موقع ملنے پر ان کی جان بھی چھین لیتے ہیں، کبھی گھر واپسی کے نام پر، کبھی لو

جہا کے نام پر، کبھی بھارت ماتا کے نام پر، کبھی گئو رچھا کے نام پر، کبھی الکاؤنٹر کے نام پر اور کبھی دیش بھگتی کے نام پر ا اور اس پر طرفہ یہ کہ وزیر اعظم کے موجودہ ''نوٹ بندی'' کے فرمان کے بعد جبکہ پورا دیش اقتصادی اعتبار سے دیوالیہ پن کا شکار ہو رہا ہے، سیکڑوں جانیں اس فیصلہ کی نظر ہو چکی ہیں، پورا دیش یا کم از کم دیش کی اکثریت خاموش اور مطمئن ہے، کسی بھی طرح کا عمومی غصہ نظر نہیں آتا، سوشل میڈیا پر کچھ تبصرے ضرور موجود ہیں لیکن ان کی سچائی بھی مشکوک ہے، دیگر سیاسی پارٹیاں بھی اس فیصلہ کی حمایت میں ہیں، بلکہ وہ بھی اپنی سیاسی روٹیاں سینکنے میں لگی ہوئی ہیں، کسی کو عوام کی، عوام کے پریشانیوں فکر نہیں۔

اس عمومی صورتحال کا مطلب یہ نہیں کہ ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے سب ٹھیک ہو رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے یہ سارے تماشے اور یہ ساری تباہی اس لیے قابل قبول ہے کہ یہ اُس پارٹی کی طرف سے ہو رہا ہے جس کی بنیاد مذہبی تعصب اور انسانیت کے خلاف بغاوت پر رکھی گئی ہے، اور آج مذہب کے نام پر اور خاص کر میڈیا کے ذریعہ وہ ملک کی اکثریت کو اسی ذہنی وفکری سانچہ میں ڈھالنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔

یاد رہے کہ ہمارے ملک کے بقا اور کی اس کی ترقی کی بنیادان تین چیزوں پر ہے؛ (۱) سیکولرزم (Secularism) (۲) جمہوریت (Democracy) (۳) عدم تشدد (Non-Violence)۔ اور اگر مذکورہ تجزیہ درست ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا ملک خطرہ میں ہے، اس لیے نہیں کہ حالات مسلمانوں کے خلاف ہیں بلکہ اس لیے کہ حقیقت میں یہ حالات ملک کی سالمیت اور اس کی بقا کے خلاف ہیں، اور موجودہ صورتحال ملک کی بنیادوں کے خلاف ہے، کیونکہ جب انسانیت سوز واقعات رونما ہوں گے تو اس کی لپیٹ میں ملک کا ہر باشندہ آئے گا، اور جب ملک کی گنگا جمنی تہذیب اور یہاں کے سیکولرازم کو مٹانے کی کوشش کی جائے گی تو اس کا خمیازہ ہر ہندستانی کو بھگتنا پڑے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ مذہب کے نام پر تعصب وتشدد کی جو ذہنیت عام کی جارہی ہے اس ذہنیت کو مذہب اور انسانیت کی حقیقت سے روشناس کرایا جائے، اور اکثری فرقہ کو یہ باور کرایا جائے کہ ملک کی حقیقی ترقی وخوشحالی کی بنیاد مذہبی تعصب وتنگ نظری بالکل نہیں ہے، نیز ملک کو ان بنیادوں پر مستحکم کرنے کی کوشش کی جائے جن کے بغیر یہ ملک ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، اور یہ ذمہ داری ہر اس شخص کی جو حقیقت میں دیش بھگت ہے اور انسانیت کا علمبردار ہے!

بقیہ: اشتراکیت اور اسلام

......عالم اسلام کو محمد ﷺ کی قیادت سے ہٹا کر ابلیس (اس پر اللہ کی لعنت وپھٹکار ہو) کی قیادت ورہنمائی کی طرف لگادے۔

کتنا فرق ہے اسلامی اشتراکیت اور اس کے عطیات میں، اور کمیونسٹ اشتراکیت اور اس کی ہلاکت خیزیوں میں، دونوں میں عظیم فرق یہیں پر واضح ہو جاتا ہے ع

یہیں پہ معلوم ہو رہا ہے وفا جفا سے ہے کتنی آگے

تو کیا دونوں تنقید کے معیار پر برابر اتر سکتے ہیں؟ اور کیا عقل کی منطق میں یکساں درجہ حاصل کر سکتے ہیں؟ اور کیا دونوں اپنے انسانی و تہذیبی نتائج میں مساوی ہیں؟ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿أَفَمَن كَانَ مُؤْمِناً كَمَن كَانَ فَاسِقاً لَّا يَسْتَوُونَ﴾ (السجدة: ١٨) (بھلا ایک جو ایمان پر ہے برابر ہے اس کے جو نافرمانی پر ہے؟ نہیں برابر ہوتے) ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ﴾ (الرعد: ١٦) (کہہ دیجئے کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا یا کہیں برابر ہے اندھیرا اور اجالا) ﴿قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾ (المائدة: ١٠٠) (تو کہہ دیجئے کہ برابر نہیں ناپاک اور پاک اور اگرچہ تجھ کو بھلی ناپاک کی کثرت) ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاء وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ﴾ (الفاطر: ٢٢) (اور برابر نہیں زندہ اور نہ مردے، اللہ سناتا ہے جس کو چاہے) ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً أَفَلاَ تَذَكَّرُونَ﴾ (هود: ٢٤) (مثال ان دونوں فرقوں کی جیسے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سنتا، کیا برابر ہے دونوں کا حال، پھر کیا تم غور نہیں کرتے)

محترم قارئین! اشتراکیت اسلام ربانی ہے اپنے تقدس میں، محمدیت ہے اپنی قیادت میں، عربیت ہے اپنی خصوصیات میں، انسانیت ہے اپنے رجحان میں، عالمی ہے اپنے پیغام میں۔

یہی وجہ ہے کہ اشتراکیت اسلام عرب اور تمام مسلمانوں کے لیے ایک روح پرور پیغام ہے اور جادۂ مستقیم ہے، اور کمیونسٹ اشتراکیت ہمارے لیے ذلت وفساد اور تخریب کاری کا پیش خیمہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اشتراکیت اسلام کی دعوت وتبلیغ عظیم خدمت انسانی ہے اور ضروری ولابدی ہے، غلبہ قومیت کے لیے، اور کمیونسٹ اشتراکیت کی دعوت کھلی ہوئی ملکی خیانت ہے اور قومی جرم اور فسق وفجور ہے۔

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

گردش ایام نے لوٹی گھر کی آبرو

اک مسلماں نام کی آج ''امت مرحوم'' ہے
زخم خوردہ، بے سہارا، بے کس و مظلوم ہے

غم رسیدہ، ہوش رفتہ، بے دم و ناشاد ہے
مدتوں سے وہ اسیر پنجۂ صیاد ہے

کیا شکایت غیر کی اپنے دغا دینے لگے
''جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے''

باغباں صیاد بن کر لوٹتا ہے اپنا باغ
گھر جلاتا ہے خود اپنا آہ! گھر کا ہی چراغ

درد ہے لیکن کوئی درد آشنا باقی نہیں
ہیں بہت جام و سبو لیکن کوئی ساقی نہیں

ہے حجازی قافلہ لیکن نہیں اس میں حسینؓ
اب کسی کو یاد تک آتے نہیں بدرؔ و حنینؔ

ہر قدم پر بولہب ہیں مصطفیٰؐ کوئی نہیں
رہزنوں سے واسطہ ہے رہنما کوئی نہیں

کم نہیں ہیں آج بھی ملت میں مار آستیں
جعفرؔ و صادقؔ کے جیسے ننگ ملت ننگ دیں

بس چلے تو بیچ ڈالیں یہ حرم تک کا غلاف
کیا ہوئی پاکی نظر کی کیا ہوا دل کا عفاف

مرچکا آنکھوں کا پانی ہوگیا دل بے حیا
چاک کرتے ہیں خود اپنے جسم کی زریں قبا

بے حمیت، بے ضمیر و بے وفا ملت فروش
جی حضور و چاپلوس و ننگ ایماں عیش کوش

بربریت وہ کہ ہے انسانیت تک نوحہ خواں
ظلم وہ جن پر زمین و آسماں ماتم کناں

ذرہ ذرہ خاک کا یاں آج خون آشام ہے
ہے مگر ارشاد ان کا ''ہر طرح آرام'' ہے

نام ہے جس کا حمیت ان سے رخصت ہوگئی
اور ذلیل و خوار ان سے ساری ملت ہوگئی

رہ گئی سینے میں باقی اک فغانِ بے شرر
ہوگیا دل سوز سے خالی زباں بھی بے اثر

جو محیط بے کراں تھا ہے ذرا سی آبجو
گردشِ ایام نے لوٹی گھر کی آبرو

خون کے آنسو رلاتا ہے ہمیں یہ انقلاب
سنگِ خارا میں بدل کر رہ گئے ہیں لعلِ ناب

خیر ہو قلب و نظر کی لہریاں بیداد ہے
اے خدا تجھ سے مری فریاد ہے فریاد ہے

اب تو ہی اسلام کا ویران دل آباد کر
جو دل نازک کو توڑے تو اسے برباد کر

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

Volume: 08 | DECEMBER 2016 | Issue: 12

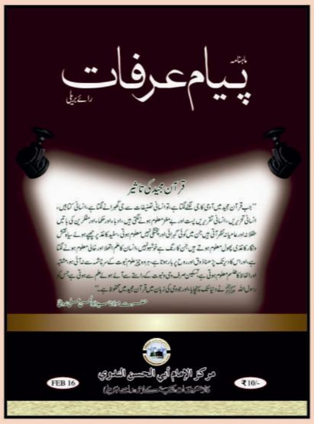

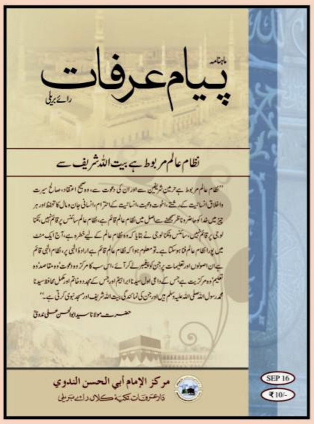

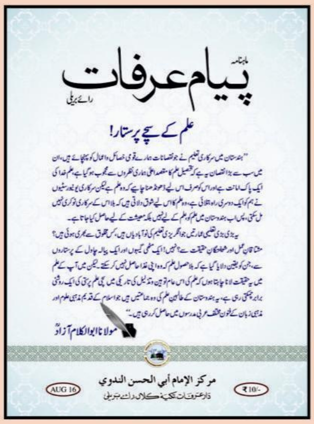

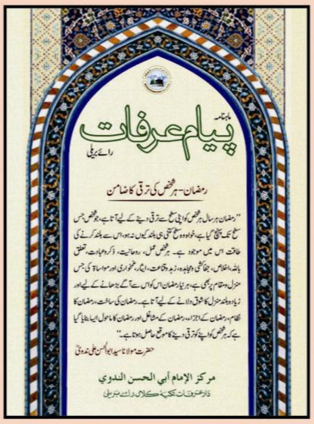

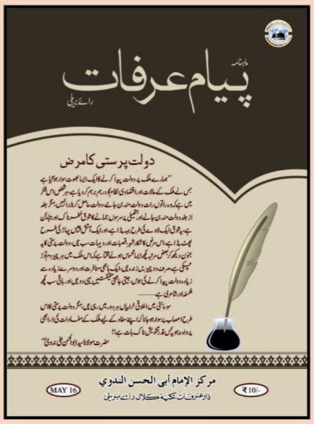

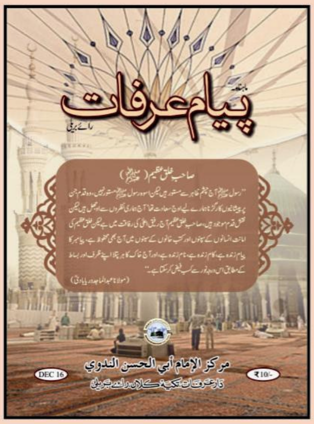

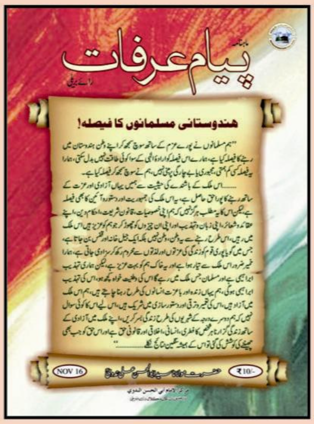

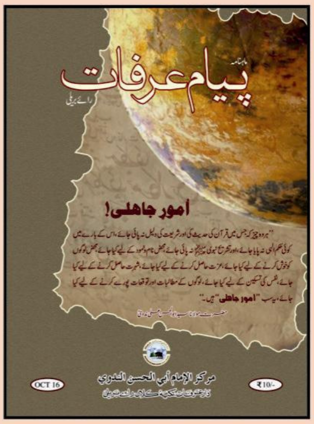

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9565271812
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)